مسلسل اشاعت کا اکتالیسواں سال

بیاد شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق رحمۃ اللہ علیہ

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلہ

ماہنامہ الحق

483
شوال ۱۴۲۶ھ
نومبر 2005ء

مدیر مسئول مولانا سمیع الحق

جامعہ دارالعلوم حقانیہ کی طرف سے ایک عظیم علمی و تحقیقی تحفہ

جامعہ حقانیہ کے جید علمأ کرام مفتیان عظام کی نصف صدی کی کاوشوں کا شاہکار

فتاویٰ حقانیہ

تین ہزار چھ سو صفحات **چھ جلدوں میں**

فتاویٰ اور فقہ کی دنیا میں ایک مبارک اور دلاویز اضافہ یعنی جامعہ دارالعلوم حقانیہ کے فتاویٰ جو کہ ہزاروں مسائل، فقہی جزئیات، علمی تحقیقات اور دیگر بے شمار خصائص ونوادرات پر مشتمل ہے گزشتہ سال محرم الحرام میں منظر عام پر آیا، اللہ تعالیٰ نے اسکو اتنی شرف قبولیت نواز کہ پہلا اور دوسرا ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ ۷۔۸ ماہ میں کی قلیل مدت میں ختم ہو چکا ہے اب

الحمد للہ
سہ بارہ بیروت سٹائل میں شائع ہو چکا ھے

اسلئے تمام حضرات کو اطلاع ہے کہ پہلے آیئے پہلے پایئے کے اصول پر عمل کر کے جامعہ دارالعلوم حقانیہ یا قریب کتب خانہ سے طلب کریں، کہیں یہ ایڈیشن بھی ہاتھ سے جانے نہ پائے

مدارس عربیہ طلبأ، علمأ کیلئے خصوصی رعایت

جلد اول فقہ اور فتاویٰ کے مآخذ، عقائد ایمانیات فرق اسلامیہ، فرق باطلہ سائنس اور اسلام، تجدد والحاد وغیرہ

جلد دوم اجتہاد، بدعت، علم تفسیر وحدیث، سلوک، سیاست، کراھیۃ واباحۃ، حقوق النساء اور طہارت

جلد سوم صلوۃ، عشر وزکوۃ، جدید معاشی مسائل **جلد چہارم** زکوٰۃ، صوم، حج، نکاح اور طلاق

جلد پنجم نفقات ایمان ونذر، وقف، حدود، تعزیرات، اشربۃ، قصاص ودیۃ، جہاد، قضاء وشہادۃ۔ قسمہ واکراہ

جلد ششم بیوع، ربا، رھن، اجارہ، شرکۃ، مضاربۃ، وکالۃ، حوالہ، ھبۃ، غصب، احیاء الموات، مزارعۃ ذبائح، اضحیۃ، وصیت اور فرائض

خصوصیات

موت ومابعد الموت اور حیات دنیوی سے متعلق تمام مسائل میں شریعت کی رهنمائی

اس فتاویٰ میں سوالات کے جوابات پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ ہر جواب کیساتھ کتب احادیث، تفاسیر اور معتمد فقہی ذخائر سے حوالہ جات بھی درج ہیں۔ قدیم وجدید مسائل اور ان کے جوابات، عصر حاضر کے ایسے جدید مسائل جو کہ معرکۃ الاراء ہیں اور ساتھ ساتھ نئی سائنسی تحقیقات، ٹیکنالوجی اور انٹرنیٹ وکمپیوٹر وغیرہ سے جو نئے مسائل پیدا ہوئے ہیں اسکے متعلق بھی انتہائی معلومات افزاء مواد اس میں شامل ہے۔ دارالعلوم سے یا قریبی مارکیٹ سے فوری طلب فرمائیں۔

ناشر: جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نوشہرہ

اعلیٰ ترین کاغذ وطباعت وذائل دار جلد بندی

اے بی سی آڈٹ بیورو سرکولیشن کی مصدقہ اشاعت

07-12-05
۳۶۔کے ماڈل ٹاؤن لاہور

جلد نمبر ---- 41
شمارہ نمبر ---- 02
شوال -- سنہ ۱۴۲۶ھ
نومبر -- سنہ ۲۰۰۵ء

ماہنامہ الحق اکوڑہ خٹک

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ

نگران
حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ

مدیر
حافظ راشد الحق سمیع حقانی

ناظم شفیق الدین فاروقی

اس شمارے کے مضامین

نقش آغاز: لاکھوں متاثرین زلزلہ موت کی آغوش میں .... راشد الحق سمیع ۲
اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال۔ (درس ترمذی)...... حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ ۴
اتباع سنت، مشعل راہ .... حضرت مولانا محمد انوار الحق صاحب ۱۰
دارالاسلام اور دارالحرب کا تصور (جدید عالمی پس منظر میں) .... سید جلال الدین عمری ۱۵
پاکستان میں تباہی، اجتماعی توبہ، استغفار اور دعا کی ضرورت .... مولانا ڈاکٹر محمد امجد تھانوی ۲۷
فقہی اختلافات کے اسباب (عقید الجید کی روشنی میں) .... پروفیسر محمد یونس میو ۳۰
مرد اور عورت کا کائنات میں کام اور مقام (سائنس کی ایک جدید تحقیق) .... ڈاکٹر ایم اجمل ۴۲
اسلام میں ستر پوشی کا حکم .... ڈاکٹر محمد عبدالعلی اچکزئی ۴۴
الحق کے چالیس سال کی مناسبت سے نیا سلسلہ .... ادارہ ۵۲
افکار و تاثرات (حضرت مولانا عتیق الرحمان سنبھلی، حاجی ممتاز حسین) .... ادارہ ۵۸
دارالعلوم کے شب و روز .... جناب شفیق الدین فاروقی ۶۰
تبصرہ کتب .... مدیر کے قلم سے ۶۲

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار حضرات کے خیالات و آراء سے متفق ہونا ضروری نہیں۔

ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ (سرحد) پاکستان۔ فون نمبر (0923)630340-630435
ای میل: Email: haqqania@nsr.pol.com.pk OR editor_alhaq@yahoo.com
سالانہ بدل اشتراک اندرون ملک فی پرچہ -/20 روپے سالانہ -/200، بیرون ملک 20$ امریکی ڈالر
کمپوزنگ: بابر حنیف

نقش آغاز بسم اللہ الرحمن الرحیم راشد الحق سمیع حقانی

لاکھوں متاثرین زلزلہ موت کی آغوش میں

گزشتہ ماہ پاکستان پر زلزلہ کی صورت میں جو قیامت صغریٰ برپا ہوئی تھی اس کی ہولناکیوں میں موسم سرما کی آمد اور شدید برفباری نے نیا اضافہ کر دیا ہے۔ امتحان اور آزمائش کی گھڑیاں لمبی ہوگئی ہیں۔ قدرت کی ناراضگی جوں کی توں ہے، دو ماہ ہونے کو ہیں اور اب تک ان علاقوں میں زلزلوں کی آمد ورفت کا سلسلہ جوں کا توں ہے۔ زمین کا سینہ اور انسانیت کا پیراہن ایسے پھٹ گئے ہیں کہ کسی دست ہنر کار کی رفو گری کارگر ثابت نہیں ہو رہی۔ زمین جھولے کی مانند جھول رہی ہے۔ ماہرین ارضیات اسے آفٹر شاکس سے تعبیر کرتے ہیں۔ لیکن معلوم نہیں کہ آخر قدرت کو کیا منظور ہے؟ اور ''آفٹر شاکس'' کی یہ قیامت خیز دستکیں کہیں فناء عالم کا پیغام نہ ہوں؟ بدقسمتی یہ ہے کہ امت مسلمہ اور خصوصاً پاکستانی قوم غفلت، مادیت اور حب دنیا میں ایسی مست ہوگئی ہے کہ ان ''چھوٹی موٹی تنبیہات'' سے اس کی اونگھ اور مستی ختم نہیں ہوئی۔ ختم اللہ علیٰ قلوبھم وعلیٰ سمعھم وعلیٰ ابصارھم الخ کی تفسیر ہمارے سامنے ہے۔ اکثر پڑھے لکھے لوگ اس حادثے کو محض زمین اور پلیٹوں کی تبدیلی اور حرارت کا نتیجہ قرار دے رہے ہیں۔ لیکن ان سے کوئی یہ پوچھے کہ زمین کی حرکت، پلیٹوں کی تبدیلی، طوفانوں کی آمد، زندگی موت، تخریب وتعمیر، دریاؤں کے مدّ وجزر، جغرافیوں کی تبدیلی، موسموں کا تغیر، عروج وزوال، بقاء وفنا، وجود وعدم، غم اور خوشی، صحت وبیماری اور جزاء وسزا کس کے منشاء اور کس کے اشارے پر ہو رہے ہیں؟ ہم اس بحث میں مزید نہیں الجھتے کہ آیا یہ محض زمین کا ردعمل تھا یا قدرت کی تنبیہ۔ آزمائش تھی یا پھر عذاب۔ ذرا قرآن حکیم، احادیث مبارکہ اور انسانی تاریخ کا غور سے مطالعہ کیجئے تو اس میں آپ کو سب تشنہ سوالوں کے جوابات تفصیل سے مل جائیں گے۔ ہمیں صرف اتنا کہنا ہے کہ فاعتبروا یا اولی الابصار۔ ضروری اور اہم مسئلہ یہ ہے کہ متاثرین زلزلہ جن کی تعداد پینتالیس لاکھ سے زائد ہے اب ان کی دوبارہ تعمیر نو کا ڈھنڈورا حکومت شد ومد کے ساتھ پیٹ رہی ہے۔ لیکن اقوام متحدہ کے نمائندے بار بار گلہ پھاڑ کر اس بات کا اندیشہ کر رہے ہیں کہ سردی کی شدت اور بھوک کی زیادتی متاثرین کے لئے ایک ایسا زلزلہ ثابت ہوگا کہ اس جھٹکے سے شاید ہی یہ لوگ دوبارہ زندہ رہ سکیں؟ اگر بروقت امداد نہ پہنچی تو پاکستانی قوم کے لئے یہ سب سے بڑا تاریخی اور انسانی المیہ ہوگا۔ ارباب حکومت، ڈونرز کانفرنس جو دراصل ''لون کانفرنس'' تھی کی کامیابی پر بغلیں بجا رہے ہیں۔ خدارا زبانی جمع خرچ بند کیجئے اور اعداد وشمار کے فرضی منصوبوں کی گرداب سے باہر نکل کر عملی طور پر دکھی انسانیت اور اپنی مجروح قوم

کی مدد کیجئے۔ ہمارے حکمران مخلوق خدا پر رحم کریں اور متاثرہ علاقوں کی تعمیر نو کے ٹھیکوں کے روایتی منصوبوں کو فی الحال کچھ دیر کے لئے مؤخر کریں اور فوری توجہ ان تیس لاکھ افراد پر مرکوز رکھیں جو اس سردی کے عالم میں کھلے آسمان کے نیچے برف کی چادر پر سسک سسک کر زندگی کی بھیک مانگ رہے ہیں۔ ان کے سروں پر خیمہ کی نہ چھت ہے اور نا ہی پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے نانِ جویں۔ اقوام متحدہ اس بات کا اندیشہ بھی کر رہی ہے کہ خدانخواستہ سردی کی شدت میں تھوڑا بھی اضافہ ہوا تو ایک لاکھ بیس ہزار معصوم بچے چند ہی روز میں لقمہ اجل بن سکتے ہیں۔ اور ہزاروں زخمی افراد دوبارہ موت کی آغوش میں جا سکتے ہیں۔ اسی طرح بخار، نمونیا وغیرہ کے مہلک امراض کے پھیلنے کا اندیشہ بھی اب یقین میں تبدیل ہو چکا ہے۔ چند خیراتی ادارے اور کچھ غیر ملکی فلاحی تنظیمیں عملی طور پر ان علاقوں میں کام کر رہی ہیں، باقی فوج نے روڈ وغیرہ کھول دیئے ہیں اور ایمرجنسی میں متاثرین کو چند روز کے لئے خوراک کے ایک آدھ تھیلے بھی پہنچائے ہیں لیکن اس سے زیادہ حکومت کی سطح پر متاثرین کی کوئی بھی سنجیدہ کوشش نہیں کی جارہی اور سارا زور تعمیر نو کے ٹھیکوں پر رہی ہے۔

کاش! ان عقل کے اندھوں کو کوئی یہ سمجھائے کہ اگر یہ لوگ سردی اور بھوک سے بچ گئے تو تب ہی یہ ان مکانات اور شہروں میں رہ سکیں گے۔ ورنہ پھر بھوت اور جن ہی ان ویرانوں میں بسیرا کریں گے، پہلی ضرورت ان لوگوں کی ان برفانی علاقوں سے گرم علاقوں میں منتقلی کا ہے، خیموں کا ہے، خوراک کا ہے، صحت کا ہے بعد میں ان کی تعمیر نو کا منصوبہ شروع کیا جائے۔

یہاں یہ امر باعث اطمینان ہے کہ پاکستانی قوم نے اس نازک مرحلے پر نہایت ہی ذمہ دارانہ اور فراخدلانہ قربانی کا مظاہرہ کیا ہے، زندگی کے ہر ہر شعبے سے تعلق رکھنے والے فرد نے اپنی بساط سے بڑھ کر ان لوگوں کی مدد کی ہے۔ اور اب بھی کر رہے ہیں۔ یہی اسلام کی اصل روح اور اخوت کی عملی تصویر ہے، ہماری قوم سے دردمندانہ اپیل ہے کہ وہ صرف حکومت کے ذمہ متاثرین کو نہ چھوڑیں بلکہ اپنی کمر ہمت کس لیں کہ امداد و تعاون اور ریلیف کا سفر لمبا ہے اپنے ان بھائیوں کو برف، بارش اور بھوک کے ہاتھوں مرنے نہ دیں، ہر شخص ایک لقمہ اور ایک پیسہ بھی اگر حسب سابق انہیں بھیجے تو اس سے بھی ایک بڑی امداد بن سکتی ہے۔ اسی طرح قوم کو رجوع الی اللہ بھی کرنا چاہیے۔ قدرتی آفتیں آزمائشیں اور مصیبتیں، ٹیکنیکل منصوبوں اور سائنسی اصولوں سے نہیں روکی جاسکتیں بلکہ الحاح وزاری اور انابت الی اللہ ہی سے یہ ٹل سکتی ہیں۔ قوم اور حکمرانوں کو انفرادی اور اجتماعی سطح پر اپنے اعمال کا محاسبہ بھی کرنا چاہیے۔ ورنہ اس قسم کے حادثوں کا سامنا ہوتا رہے گا۔ صرف ایک حادثہ نے پاکستان کو مفلوج و مفلوک کر دیا ہے۔ اگر اس قسم کے ایک دو جھٹکے خدانخواستہ مزید وقوع پذیر ہوئے تو پھر کیا عالم ہوگا؟ سب کو اس چبھتے ہوئے سوال پر سوچنا چاہیے۔

الم یأن للذین آمنوا ان تخشع قلوبهم لذکر الله وما نزل من الحق (القرآن)

درس ترمذی شریف

افادات: حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ
ضبط وترتیب: مولانا مفتی عبدالمنعم حقانی
معاون مفتی دارالافتاء جامعہ حقانیہ

اسلامی معاشرہ کے لازمی خدوخال
جامع امام ترمذی کے ابواب البر والصلۃ کے درسی افادات

باب ما جاء فی البخل
بخل کا بیان

حدثنا أبو حفص عمرو بن علی ' ثنا ابوداؤد ثنا صدقة بن موسیٰ ثنا مالک بن دینار عن عبدالله بن غالب الحدانی عن ابی سعید الخدری قال: قال رسول الله ﷺ: خصلتان لاتجتمعان فی مؤمن: البخل وسوء الخلق" ...... وفی انباب عن ابی هريرة ..... هذا حديث غريب لانعرفه الامن حديث صدقة بن موسیٰ

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدریؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو خصلتیں ہیں کہ یہ دونوں کسی مومن میں جمع نہیں ہوسکتیں۔ ایک بخل، اور دوسری بداخلاقی۔ اس باب میں حضرت ابوہریرہؓ سے بھی روایت ہوئی ہے۔ یہ حدیث غریب ہے، ہم اسے صدقہ بن موسیٰ کی حدیث کے علاوہ کسی اور طریق سے نہیں پہچانتے۔

بخل کیا ہے؟　شرع کی اصطلاح میں انسان کے ذمہ جن مواقع میں مال خرچ کرنا شرعاً واجب ہے، ان مالی شرعی واجبات کو چھوڑنے کا نام بخل ہے۔ اور سخاء اس کی ضد ہے، گزشتہ باب میں سخاوت کا بیان تھا۔ اب اس کا منفی پہلو یعنی بخل کا بیان کیا جاتا ہے۔ گزشتہ باب میں سخاء کی فضیلت کے ضمن میں بھی بخل کی مذمت کی گئی تھی لیکن مزید وضاحت کی خاطر امام ترمذیؒ نے بخل کے مذموم ہونے کے بارے میں مستقل باب قائم کر کے اس باب میں تین روایات ذکر کی ہیں۔ پہلی روایت کا حاصل یہ ہے کہ بخل اور بداخلاقی مؤمن کی صفات میں سے نہیں ہیں۔ مؤمن کے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنے آپ میں بخل اور بداخلاقی نہ ہونے دیں۔

خصلتان لاتجتمعان فی مؤمن البخل وسوء الخلق:　اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ دو صفتیں، بخل اور بداخلاقی، مومن میں جمع نہیں ہوسکتیں۔ اس کا مقصد یا تو یہ ہے کہ یہ دونوں خصلتیں کمال ایمان کے منافی ہیں۔ یعنی یہ دونوں خصلتیں جس میں موجود ہوں تو وہ کامل مومن نہیں ہے، اگرچہ نفس مؤمن وہ بھی ہے۔

O　یا اسکا مطلب یہ ہے کہ لاتجتمعان الخ لفظاً خبر ہے لیکن معنیً انشاء ہے۔ یعنی لاینبغی أن یجتمع البخل وسوء الخلق فی مومن مناسب نہیں ہے کہ کسی مومن میں بخل اور بداخلاقی جمع ہوں' یعنی مومن کو چاہیے کہ اپنے آپکو اس سے پوری طرح بچائے کہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ مؤمن بھی ہے اور بخیل بھی

O　یا مراد یہ ہے کہ یہ دو خصلتیں اپنے کمال اور انتہائی درجہ کے ساتھ کسی مومن میں جمع نہیں ہوسکتیں کہ کسی بھی وقت بخل اور بداخلاقی اس سے علیحدہ نہ ہو۔ یعنی بخل اس درجے کا اس میں موجود ہو کہ کسی بھی وقت کوئی بھی شرعی مالی فرض و واجب کو ادا نہ کرتا ہو۔ اور اس کو برا بھی نہ سمجھتا ہو تو پھر یہ درجہ بخل کا یقیناً ایمان کے ساتھ منافی ہے۔ اس درجہ کا بخیل مؤمن نہیں ہوسکتا۔ لیکن اگر کوئی آدمی ایسا ہو کہ بعض وقت بخل کرتا ہو اور بعض وقت نہ کرتا ہو بلکہ بعض مالی فرائض وواجبات کو ادا کرتا ہو' اسی طرح بعض وقت یا بعض امور میں بداخلاقی کرتا ہو لیکن اس پر دوام واصرار نہ کرتا ہو' یا اس کا نفس تو بخل اور بداخلاقی کی طرف اسے دعوت دیتا ہو لیکن وہ ان باتوں پر اپنے نفس کو ملامت کرتا ہو تو یہ شخص مؤمن ہے اور یہ اسی حدیث کا مصداق نہیں ہے۔

حدثنا احمد بن منیع ثنا یزید بن هارون ثنا صدقة بن موسیٰ عن فرقد السبخی عن مرة الطیب عن ابی بکر الصدیق عن النبی ﷺ قال: "لایدخل الجنة خب ولابخیل ولامنان" هذا حدیث حسن غریب

ترجمہ: 　حضرت ابوبکر صدیقؓ جناب رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: جنت میں داخل نہ ہوگا' دھوکہ باز' بخیل اور احسان جتلانے والا۔ یہ حدیث حسن غریب ہے۔

<u>لایدخل الجنۃ خب الخ:</u>　خب خاَ کے فتح ساتھ ہے اور کسرہ خاَ کے ساتھ بھی استعمال ہوتا ہے۔ اور اس کا معنی ہے خداع۔ یعنی دھوکہ باز اور زیادہ دھوکہ دینے والا۔ یعنی چالاک' چارسوبیس۔ لالچی' مکروفریب کرنے والا۔ دھوکہ دینے والا۔ یعنی اس کی فطرت میں دھوکہ اور خداع موجود ہے۔ کبھی کبھی ایسا دھوکہ باز آدمی ظاہر میں بڑا شیخ اور صوفی معلوم ہوتا ہے۔ تبلیغ بھی کرتا ہے۔ جہاد میں بھی جاتا ہے لیکن فطرت میں خداع اور دھوکہ دہی راسخ ہوتا ہے۔ جب بھی موقع پالیتا ہے سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکہ دے کر انہیں نقصان پہنچاتا ہے۔ کبھی دھوکہ دے کر ان کا مال لوٹتا ہے کبھی انہیں جانی نقصان دیتا ہے۔

<u>ولابخیل ولامنان:</u>　بخیل اور احسان جتانے والا آدمی بھی جنت میں نہ جائے گا۔ اس حدیث میں بھی یہ تفصیل ہے کہ اس قسم کے لوگوں کے متعلق جو یہ وعید ذکر ہے کہ وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گے' تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دخول اولی کے ساتھ داخل نہیں ہوں گے۔ ہاں ان جرائم کی سزا پانے کے بعد داخل ہوسکیں گے۔ یا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ جنت میں داخل نہ ہوگا جب تک ان قبیح صفات میں سے کوئی صفت اس کے ساتھ لگی ہوئی ہو۔ اور

جب وہ اس قبیح صفت سے پاک ہوجائے یعنی یا تو دنیا میں اس سے توبہ کر کے پاک ہوجائے۔ یا آخرت میں اس کی مناسب سزا پانے کے بعد اس قبیح صفت سے پاک ہوجائے اور یا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و احسان سے اس کو معاف کر کے پاک صاف بنادے، تو اب جنت میں جانے کا مانع موجود نہ ہونے کی وجہ سے داخل ہوسکیں گے۔

اور یا اس کا مطلب یہ ہے کہ ذاتی طور سے خود ان قبیح صفات کا اثر تو یہ ہے کہ جنت میں داخل نہ ہو، لیکن یہ ذاتی خاصیت کبھی کبھی عوارض کی وجہ سے اثر انداز نہیں ہوسکتی۔ مثلاً کوئی خاص جڑی بوٹی کسی خاص مرض کا علاج ہوتی ہے لیکن عوارض کی وجہ سے تخلف ہوسکتا ہے۔ اس وجہ سے بعض دفعہ اس دوا کو استعمال کرنے کے باوجود مرض نہیں جاتا۔ اسی طرح ان قبیح صفات کا ذاتی اثر تو یہ ہے کہ ان کا متصف آدمی جنت میں داخل نہ ہوگا لیکن ہوسکتا ہے کہ ایمان و دیگر اعمال صالحہ کی وجہ سے ان کا یہ اثر ظاہر نہ ہو اور ان صفات کے باوجود کوئی سبیل دخول جنت کا نکل سکے۔

و لا منان: یہ لفظ منۃ سے ماخوذ ہے اس اعتبار سے اس کا معنی ہے بہت احسان جتانے والا۔ یعنی جو آدمی فقراء کو کچھ صدقہ و خیرات دینے کے بعد ان پر احسان جتاتا ہو کہ گزشتہ سال تجھ کو اتنا دیا تھا وغیرہ تو اس سے وہ صدقہ و خیرات برباد ہوجاتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: لا تبطلوا صدقاتکم بالمن و الأذى (الایۃ) یعنی تم اپنے کئے ہوئے صدقات کو احسان جتانے اور طعن و تشنیع کرنے سے ضائع مت کرو۔

یہ یا لفظ منّ سے ماخوذ ہے جو کہ قطع کے معنی میں آتا ہے۔ فلهم أجر غير ممنون (الایۃ) ای غیر مقطوع۔ یعنی ان ایمان اور عمل صالح والوں کے لئے ختم نہ ہونے والا اجر ملے گا۔ اس اعتبار سے لفظ ''منان'' کا معنی قاطع الرحم اور جن تعلقات کو اللہ تعالیٰ نے ملانے کا حکم فرمایا ہے ان تعلقات کو قطع کرنے والوں کیلئے یہ وعید شدید مذکور ہے۔ مثلاً کوئی آدمی دو تین دن کسی رشتہ دار کے ساتھ حسن سلوک کرے اور کچھ عطیہ وغیرہ دے دے اور پھر ان کی طرف سے کوئی ناگواری دیکھے تو فوراً ان کیساتھ احسانات کا سلسلہ قطع کردے کہ یار اس نے تو مجھے سلام نہیں کیا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جب قسم کی کہ میں حضرت مسطحؓ کے ساتھ پھر کچھ مالی تعاون نہ کروں گا کیونکہ وہ بھی منافقین کا حضرت عائشہؓ پر تہمت لگانے میں لاشعوری طور پر کسی قدر شریک ہوا تھا۔ اس بارے میں قرآن کریم کی آیت نازل ہوئی اور اس قسم کی حرکت سے منع فرمایا: و لا یاتل اولو الفضل منکم و السعة أن یؤتوا أولي القربى (الایۃ) یعنی خاوندان مال و وسعت، تم میں سے قریبی رشتہ داروں کو عطیات و صدقات دینے سے قسم نہ کرے۔ اس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ روئے اور احسانات کا سلسلہ برقرار رکھا۔

حدثنا محمد بن رافع ثنا عبد الرزاق عن بشر بن رافع عن یحیی بن ابی کثیر عن أبي مسلمة عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ " المؤمن غر كريم و الفاجر خب لئيم ... هذا حديث غريب لانعرفه إلامن هذا لوجه.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مومن سادہ لوح، سخی اور عزتمند ہوتا ہے۔اور فاجر دھوکہ باز اور بخیل ہوتا ہے۔ یہ حدیث غریب ہے، ہم اسے اس طریق کے علاوہ نہیں پہچانتے۔

غر: اس کا معنی ہے سادہ لوح۔اور ایک اور روایت میں آتا ہے: أهل الجنة بله ''یعنی جنت والے بھی سادہ لوگ ہوتے ہیں۔یعنی جو ہر کسی پر حسن ظن رکھتا ہے۔اس کا دل پاک وصاف ہوتا ہے۔خود مکار اور فریب گر نہ ہونے کی وجہ سے لوگوں کی چالاکیوں سے بھی ناواقف ہوتا ہے اس وجہ سے بسا اوقات دھوکہ کھاتا ہے۔

کریم: غر ساتھ کریم ملا کر اس طرف اشارہ فرمایا کہ مؤمن دونوں صفتوں کا جامع ہوتا ہے۔یعنی اس میں جو سادگی ہوتی اور وہ جو لوگوں کے دھوکہ میں آتا ہے۔ یہ اس کے جہل کی وجہ سے نہیں بلکہ یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ کریم، خوش اخلاق ہوتا ہے اور سخاوت طبع کی وجہ سے دنیوی امور اور معاملات میں تسامح اور چشم پوشی سے کام لیتا ہے۔ پس یہ اس کے کریمانہ اخلاق ہیں، اس کے جہل اور بے عقلی نہیں ہے۔

خب لئیم: یعنی فاجر دھوکہ باز اور بخیل وبداخلاقی ہوتا ہے۔اس حدیث میں لفظ غر ' خب کی ضد ہے۔ اور لفظ کریم، لئیم کی ضد ہے۔ پس غر کا معنی ہے سادہ لوح، سادہ مزاج اور خب کا معنی ہے دھوکہ باز اور مفسد، خداع اور چالاک۔اسی طرح کریم تمام حسنات کیلئے جامع لفظ ہے۔اور لیئم تمام بری صفات کے لئے جامع ہے۔

باب ما جاء فی النفقه علی الأهل

اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے کا بیان

حدثنا أحمد بن محمد ثنا عبدالله بن المبارک عن شعبة عن عدی بن ثابت عن عبدالله بن یزید عن أبی مسعود الانصاری عن النبی ﷺ قال: نفقة الرجل علی أهله صدقة...... و فی الباب عن عبدالله بن عمرو و عمر بن امية و أبی هريرة ...... هذه حديث حسن صحيح.

ترجمہ: حضرت ابو مسعود انصاریؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''آدمی کا اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنا صدقہ ہے۔'' اس باب میں حضرت عبداللہ بن عمر و اور عمر و بن امیہ اور حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی روایات ہوئی ہیں۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اہل وعیال پر خرچ کرنا: اس روایت میں جناب رسول اللہ ﷺ نے یہ تنبیہ دی ہے کہ آدمی کا اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنا صدقہ ہے۔بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل وعیال پر خرچ کرنے سے صدقہ کا ثواب اس وقت ملتا ہے جب کہ آدمی کی نیت ثواب اور صدقہ کی ہو۔اور اس سے آخرت کے اجر کا طلب گار ہو ورنہ اپنے اہل و

عیال پر خرچ کرنا چونکہ دراصل اپنی استعداد کے مطابق واجب ہے۔ پس اگر اس کی نیت اجر وثواب حاصل کرنا نہ ہو تو پھر اس کے ذمہ سے واجب تو ساقط ہوگا لیکن صدقہ کا اجر وثواب اس کو نہ ملے گا۔

اپنے اھل وعیال پر حسب استعداد خرچ کرنا تمام مسلمانوں میں رائج ہے' اور وہ اس کو اپنے دستور کے مطابق اپنا عرفی' اخلاقی اور شرعی فریضہ سمجھتے ہیں اور شرعاً یہ اس پر واجب بھی ہے۔ اور اس میں کوتاہی کرنے سے وہ گنہگار ہوگا۔ لیکن حدیث پاک میں اس کو صدقہ کہنے سے اس بات کی تنبیہ ہوتی ہے کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ اس واجب کو ادا کرنے سے ان کو اجر نہیں ملے گا۔ کیونکہ یہ بھی صدقہ ہے بلکہ نفلی صدقہ سے بہتر ہے۔ اس وجہ سے آنے والی روایت میں اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے والے دینار کو بہتر دینار کہا گیا ہے۔ اور شریعت مقدسہ میں اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنے کو صدقات پر مقدم رکھا گیا ہے۔ لیکن اس میں یہ بات ضروری ہے کہ مسلمان اس کو صدقہ اور ثواب کا کام سمجھ کرے کہ اہل وعیال اللہ تعالیٰ کی نعمت ہے اور ان پر خرچ کرنا میرا مذہبی فرض ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس سے صدقہ وخیرات کا اجر بھی عطا فرماتا ہے۔...... اس معاملہ میں اب صرف اصلاح نیت کی ضرورت ہے جب صدقہ وثواب کی نیت سے کوئی مسلمان اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتا رہے۔ تو اپنی زندگی میں اپنا شرعی اور اخلاقی فریضہ ادا کرنے کے ساتھ مفت میں لاکھوں کروڑوں صدقات کا اجر وثواب بھی حاصل کرے گا۔

حدثنا قتيبة ثنا حماد بن زيد عن ايوب عن ابی قلابة عن ابی اسماء عن ثوبان عن النبی ﷺ قال: أفضل الدينار دينار ينفقه الرجل علی عياله' و دينار ينفقه الرجل علی دابته فی سبيل الله۔ و دينار ينفقه الرجل علی اصحابه فی سبيل الله' قال ابو قلابة بدأبالعيال ' ثم قال: وأی رجل أعظم أجرا من رجل ينفق علی عيال له صغار يعفهم الله به ويغنيهم الله به" هذا حديث حسن صحيح

ترجمہ: حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ نے فرمایا: سب سے بہتر دینار وہ دینار ہے جسے کوئی آدمی اپنے عیال پر خرچ کرتا ہے' اور وہ دینار ہے جو کوئی اپنے دابہ پر اللہ کی راہ میں خرچ کرے اور وہ دینار ہے جسے آدمی اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے ساتھیوں پر خرچ کرے۔ حضرت ابوقلابہؒ نے فرمایا کہ (اس حدیث میں) سب سے پہلے اہل وعیال کا ذکر فرمایا ہے اور پھر ابوقلابہ نے فرمایا کہ اس آدمی سے زیادہ بڑا اجر حاصل کرنے والا کون ہوگا' جو کہ اپنے چھوٹے اہل وعیال پر خرچ کرتا ہے' (اور) اسی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کا احتیاج ختم فرماتا ہے۔ یہ حدیث حسن صحیح ہے

توضیح وتشریح: اس حدیث میں انفاق کے بعض مصارف کی نشاندہی کر کے اس میں مال لگانے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنا' جہاد کی نیت سے گھوڑا وغیرہ پال کر اس پر خرچ کرنا۔ اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے ساتھیوں پر خرچ کرنا یہ تین مواقع مال لگانے کے بہترین مصارف ہیں۔ اور ان تینوں میں سب سے پہلے اہل

وعیال پر خرچ کا ذکر فرمایا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان تین مصارف میں بھی پہلا مصرف سب سے زیادہ بہتر ہے۔ یعنی اپنے اہل وعیال پر خرچ کرنا سب سے زیادہ اجر وثواب کا باعث ہے۔ایک حدیث میں آیا ہے کہ وابدأ بمن تعول :یعنی انفاق میں سب سے پہلے اپنے اہل وعیال پر شروع کرو۔حاصل یہ کہ اپنے اہل وعیال بیوی بچوں پر خرچ کرنا آدمی کے ذمہ فرض ہے۔ان کو اس طرح نان ونفقہ دیئے بغیر چھوڑنا کہ وہ دوسروں سے سوال کرنے یا ناجائز ذرائع معاش اختیار کرنے پر مجبور ہو جائیں اور اس حالت میں دوسرے مصارف خیر میں مال لگانا شرعاً غلط ہے' پہلے اپنے اہل وعیال کی ضروریات پوری کر کے اسکے بعد حسب استعداد پوری فیاضی کیساتھ دوسرے مصارف میں مال لگانا چاہیے۔

دابہ پر خرچ کرنا: دوسرے نمبر پر اللہ کی راہ میں جہاد کے لئے پالے ہوئے گھوڑے پر خرچ کرنا زیادہ اجر وثواب کا باعث ہے۔اس زمانے کے اعتبار سے جہاد کے لئے گھوڑوں کی اہمیت بہت زیادہ تھی اور اس زمانے میں کوئی آدمی دین اسلام کے تحفظ کے لئے جدید اسلحہ' مثلاً کلاشنکوف' راکٹ لانچر' ٹینک' ایٹم بم' اور میزائل وغیرہ بنانے میں مال لگائے تو اس کو بھی اللہ تعالیٰ یہ اجر عطا فرمائے گا' اور یہ چیزیں مال لگانے کے بہترین مصارف میں سے ہے۔

اللہ کی راہ میں ساتھیوں پر خرچ کرنا: بہتر مال وہ ہے جو کوئی آدمی اللہ تعالیٰ کے راستے میں اپنے ساتھیوں پر خرچ کرے۔مثلاً علم دین سیکھنے والے طلبہ کرام جو ہیں یہ سب اللہ کی راہ میں ہے۔ایک ہی دارالعلوم میں ہونے کی حیثیت سے یا ایک ہی درجے میں پڑھنے والے' پھر بالخصوص ایک ہی کمرے میں رہنے والے ایک دوسرے کے ساتھی ہیں۔کسی ایک طالب علم کو اللہ تعالیٰ نے وسعت دی ہے تو اس کیلئے اللہ کی راہ میں مال لگانے کیلئے بہترین مصرف یہ ہے' کہ اپنے طالب علم ساتھیوں پر خرچ کریں خصوصاً جو ساتھی غریب اور نادار ہو اس کے ساتھ حصول علم کے مصارف میں مالی تعاون کرنا صدقہ جاریہ اور بہت ہی اجر وثواب کا کام ہے۔

اسی طرح جہاد میں جانے والے ساتھی خواہ فوجی ہوں یا رضا کار مجاہدین' ان کا اپنے ساتھیوں پر خرچ کرنا' کسی ساتھی کے لئے سفر جہاد کی ضروریات مہیا کرنا' تا کہ وہ غربت اور ناداری کی وجہ سے جہاد میں جانے سے نہ رک جائے' بہت ہی بڑے درجے کی قربانی اور اجر وثواب کا باعث ہے۔اسی طرح دعوت تبلیغ کے نام پر جو محنت ہو رہی ہے اس محنت کے لئے تبلیغی سفر کے لئے نکلنا بھی خروج فی سبیل اللہ ہے۔اور جماعت کے ساتھیوں پر خرچ کرنا' اپنے خرچ سے کسی کو تبلیغ میں لے جانا اور تبلیغی سفر کی ضروریات کو پوری کرنا یہ بھی صدقہ جاریہ اور بہت بڑے ثواب کا کام ہے۔اور کوئی اجتماعی اور دینی مقاصد کے لئے کوئی جلسہ منعقد ہوا ہو' دین اسلام کے تحفظ اور سربلندی کی خاطر اس میں شرکت کرنا اور کسی دوسرے ساتھی کو اپنے خرچ سے لے جانا بھی یہی حکم رکھتا ہے' یہ تمام صورتیں مال لگانے کے بہترین مصارف ہیں۔عام مصارف کے بنسبت ان مذکورہ مصارف میں مال لگانے سے زیادہ اجر وثواب ملے گا۔

سلسلہ خطبات جمعہ

شیخ الحدیث حضرت مولانا حافظ انوار الحق صاحب
ضبط وترتیب : حافظ محمد سلمان الحق انوار حقانی
مدرس دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

اتباعِ سنت' مشعل راہ

نحمده ونصلی علی رسوله الكريم اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم والذين امنوا اشد حبالله صدق الله العظيم

وقال رسول الله ﷺ لا يومن احدكم حتى اكون احب اليه من والده وولده والناس اجمعين (بخاری ومسلم)

شان ابوبکر صدیقؓ:

صحابہ کرام اور ان کے بعد آنے والے قیامت تک تمام انسانوں میں مقدس ترین شخصیت اور حضورؐ کے اشارۂ ابرو پر سب سے پہلے آپ اپنے آپ کو قربانی کے لئے پیش کرنے والے امیر المومنین سیدنا ابوبکرؓ کے بارے میں سرکار دو عالمؐ نے ارشاد فرمایا:

عن جبير بن مطعم قال اتت النبى صلعم امرأة فكلمته' فى شئى فاكرها ان ترجع اليه قالت يا رسول الله اريت ان جئت ولم اجدلك كانها تريد الموت قال فان لم تجدينى فاتى ابوبكر (بخاری ومسلم)

''حضرت جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ ایک دن حضورؐ کی خدمت میں ایک عورت حاضر ہوئی اپنے کسی مسئلہ میں آپؐ سے بات کی' آپ نے اس کو فرمایا کہ وہ کسی اور وقت میرے پاس آئے اس عورت نے عرض کیا' یارسول اللہ ﷺ اگر میں آئی اور آپ موجود نہ ہوں' اس عورت کا مقصد آپ کے انتقال کی طرف اشارہ تھا (ممکن ہے یہ اس وقت کا واقعہ تھا جب آپ مرض وفات میں مبتلا تھے) حضور نے فرمایا اگر میں موجود نہ رہا تو ابوبکر کے پاس (اپنے مسئلہ یا حاجت کے سلسلہ میں) چلی جانا یہ فرمان رسولؐ صریح اشارہ ہے کہ میرے بعد خلیفہ اول ابوبکرؓ ہوں گے۔ اس روایت سے ابوبکرؓ کی فضیلت کا اندازہ آپ خود کریں۔ ایک جگہ ارشاد نبویؐ ہے:

عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ انا اول من تنشق عنه الارض ثم ابى بكر ثم عمر ثم آتى اهل البقيع فيحشرون معى ثم انتظر اهل مكه حتى احشر بين الحرمين (ترمذی)

''حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ حضورؐ نے فرمایا (قیامت کے دن جب تمام مخلوق قبروں سے اٹھائی جائے گی) سب سے پہلے میں وہ شخص ہوں گا جو قبر سے اٹھایا جاؤں گا یعنی میری قبر سب سے پہلے کھولی جائے گی۔ میرے بعد ابوبکر ان کے بعد عمر قبروں سے اٹھائے جائیں گے پھر میں جنت البقیع کے قبرستان آ کر یہاں کے دفن شدہ (خوش قسمتوں) کو اٹھا کر میرے ساتھ جمع کیا جائے گا۔ پھر میں اہل مکہ کا انتظار کروں گا حتیٰ کہ مجھے حرمین یعنی اہل مکہ و مدینہ کے درمیان میدان حشر پہونچا دیا جائے گا۔

اتباع سنت کی انتہا:

حضورؐ کے اس یار غار کے جذبہ محبت و موافقت کو سلام' آخری خواہش تھی کہ دنیا سے رخصتی کے حالات و کوائف میں بھی اپنے محبوب سے اتباع و مشابہت ہو۔ بیٹی حضرت عائشہ کو وصیت فرما رہے ہیں کہ میرا کفن حضورؐ کے کفن کے مطابق ہو۔ مرض وفات میں ام المومنین حضرت عائشہؓ سے پوچھتے ہیں۔ ای یوم هذا؟ آج کون سا دن ہے؟ انہوں نے کہا یوم الاثنین۔ آج پیر کا دن ہے۔ حضرت صدیقؓ نے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر خواہش ظاہر کی کہ کاش اللہ 'محبوب ربانی کے ساتھ اس تکوینی سنت میں بھی متابعت کی خواہش پوری فرمائے۔ اللہ نے نہ صرف یہ تمنا پوری فرما کر بلکہ مشہور روایات میں ہے حضورؐ کی وفات ترسٹھ سال میں ہوئی تو یہ سعادت حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو بھی حاصل ہو کر ان کی وفات بھی ۶۳ برس میں ہوئی۔ ابوبکرؓ نے فرمایا۔ اگر آج رات میرا انتقال ہوا تو صبح کا انتظار کئے بغیر مجھے آج ہی دفن کریں کیونکہ دنوں اور راتوں میں مجھے ان دنوں سے بہت ہی محبت ہے۔ جن دنوں سے حضور کو زیادہ قرب رہا' موت کا بھی صحابہ دیوانہ وار منتظر رہ کر استقبال کرتے۔ حضرت بلال حبشی مرض وفات میں خوشی سے کہہ رہے تھے۔ غداً القى الاحبة محمداً وحزبه کہ کل موت کے بعد میری ملاقات محمدؐ اس کی جماعت کے افراد اور دوستوں سے ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کا جذبہ اطاعت:

حضورؐ کے ہر حکم میں پس و پیش اور تعمیل میں تاخیر کرنا تو دور کی بات ہے اس کا تصور بھی ان کے لئے ناممکن تھا

عن جابر قال لما استوى رسول الله يوم الجمعة قال اجلسوا فسمع ذالك ابن مسعود فجلس على باب المسجد فرآه رسول الله ﷺ فقال تعال يا عبدالله بن مسعود (ابوداؤد)

حضرت جابرؓ سے مروی ہے جب رسول اللہ ﷺ جمعہ کے روز منبر پر تشریف فرما ہوئے تو فرمایا بیٹھ جاؤ جب یہ حکم عبداللہ بن مسعود نے سنا تو مسجد کے دروازہ پر بیٹھ گئے۔ حضورؐ نے ان کو دیکھ کر فرمایا اے عبداللہ ادھر آ جاؤ''

شاید کچھ لوگ آپ کے خطبہ شروع کرتے وقت مسجد کے کناروں پر کھڑے تھے' آپؐ نے ان کو بیٹھ کر خطبہ

اطمینان وسکون سے سننے کے لئے اجلسو (یعنی بیٹھنے) کا حکم دیا۔ اطاعت وتابعداری کی کیفیت دیکھئے کہ ابن مسعودؓ حضورؐ کا حکم سننے کے بعد ایک قدم آگے اٹھانے کی ہمت بھی نہ کر سکے اور نہ یہ سوچنے اور تاویل کرنے کے روادار تھے کہ یہ حکم مسجد کے اندر کے لوگوں کے لئے ہے۔ مجھ جیسے مسجد سے باہر لوگوں کے لئے یہ حکم نہیں۔ چنانچہ جس جگہ اپنے محبوب کی آواز کانوں میں پڑی اسی مقام پر بیٹھ گئے۔

سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے:

ان مردان خدا پر رب العزت کی لاکھوں کروڑوں رحمتیں کہ ختم الرسلؐ کے حکم میں کسی تاویل وتوجیہ کے قائل نہ تھے، ان کا ایمان تھا کہ جس محبت میں اطاعت نہ ہو وہ محبت لاحاصل اور بے کار ہے بلکہ اسے محبت کہنا ہی لفظ محبت کی تذلیل ہے۔ اور صرف دکھاوے کی تابعداری جبکہ دل میں محبت نہ ہو، وہ اطاعت بھی عنداللہ کسی کام کی نہیں نہ وہ محبت کی راہ میں محبوب کے حکم میں مصلحت اور حکمت تلاش کرنے کے عادی تھے بلکہ "سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے" کا عملی نمونہ بن کر قول وفعل میں تضاد کا جملہ انہوں نے شاید کبھی سنا ہی نہ تھا۔

صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے جذبہ محبت واتباع کو دیکھنے کے بعد بڑے بڑے دشمنوں کے قاصد بھی حضور کے ان عشاق کی فرمانبرداری کو دیکھ کر بے ساختہ اپنے لوگوں کے سامنے اقرار کر جاتے کہ ہم بادشاہوں کے ہاں قاصد بن کر گئے۔ اس وقت کے اپنے آپ کو سپر طاقت کہنے والے قیصر اور کسریٰ کے ہاں حاضری کی ان کا ظاہری رعب ودبدبہ دیکھا۔ نجاشی کی مجلس اور اقتدار کو دیکھنے کا موقع بھی ملا۔ مگر محمدؐ کے ساتھی یعنی (صحابہؓ) جو محبت اور اتباع محمد (ﷺ) کی کرتے ہیں وہ عزت احترام اور محبوبیت دنیا کے کسی حاکم اور بادشاہ کو حاصل نہیں۔

اللہ تک رسائی کا ایک ہی راستہ:

صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا بلاشک وشبہ یقینی عقیدہ تھا کہ حضورؐ کی فرمانبرداری واطاعت ہم سب پر فرض ہے۔ اس کے بغیر نہ نجات ہے اور نہ اللہ تک رسائی کا دوسرا راستہ۔ وہ آقائے نامدارؐ کے مبارک زبان سے نکلے ہوئے ہر جملہ کو اپنے دنیوی واخروی فوز وفلاح کے لئے اہم سنگ میل سمجھتے یہی وجہ تھی کہ ان مبارک نفوس نے وحی متلو یعنی قرآن کی آیات واحکامات کے ساتھ ساتھ اپنے محبوبؐ کے فرامین واقوال کو بھی ایک دوسرے کا لازم وملزوم قرار دیا اور بے پناہ اہمیت دے کر ایمان واسلام کی عمارت کی بقاء کے لئے نبیؐ کی اطاعت وتابعداری کو ضروری قرار دیا۔

محبت کا دعویٰ کرنے والوں کا امتحان:

حضورؐ کی محبت اور اسلام کا دعویٰ کرنے والوں کا حقیقی امتحان تب ہوتا ہے۔ جب ایک طرف نفس امارہ بالسو کا حکم ہو اور دوسرے جانب اسی معاملہ کے بارے میں سرور کونین کا ارشاد ہو۔ جو نفس کے خواہش کی تکمیل کی راہ میں رکاوٹ ہو۔ نفسانی آرزو کی تکمیل میں شیطان کی رضا ہو اور حضورؐ کے فرمان کی تعمیل میں رحمان کی خوشنودی ہو۔ نفس کا حکم

پورا کرنے میں وقتی وعارضی مزہ وسکون بھی میسر ہو اور سید الرسل کے ارشاد کے پورا کرنے میں وقتی خسارہ ومشقت بھی ہو۔ مسلمانی کے دعویٰ میں صادق وہی فرد ہے جو ایسے موقع پر حضور کا مذکورہ فرمان ہم سے جو مطالبہ کر رہا ہے اس کا مصداق بن جائے۔

ارشاد گرامی ہے: ''لایؤمن احدکم حتی یکون ھواہ تبعاً لماجئت بہ ''(شرح السنہ)

ترجمہ: ''تم میں سے کوئی اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک اس کی خواہشات میرے لائے ہوئے دین کے تابع نہ ہوں۔''

حضورؐ کی اطاعت اللہ کی اطاعت:

بدقسمتی سے آج مسلمانوں کی ایک بڑی اکثریت نے حضوؐ کے فدائی صحابہ کی تعمیل وفرمانبرداری کا درس ہی بھلا دیا بلکہ اپنے اپنے ذہنی سقم واختراع میں مبتلا ہو کر حضور کے سنت کی اتباع تو کیا چھوڑ دی، ان کے ارشادات میں قسم قسم کے کیڑے تلاش کرنے شروع کر دیئے۔ اسلام کا لباس پہن کر اسلام اور پیغمبر کے احکامات کو اس قسم کے نام ونہاد مسلمانوں نے جتنا نقصان پہونچایا صراحۃ کفر کے علمبردار اتنا نقصان نہ دے سکے۔

لاتعداد آیات وحدیث رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا حکم دے کر پیغمبر کی تابعداری کو اللہ کی تابعداری اور اس کی نافرمانی پر رب العزت کی نافرمانی کا اطلاق کیا گیا۔ سورۃ نساء میں حق تعالیٰ کا واضح اعلان ہے کہ:

ان الذین یکفرون باللہ ورسلہ ویریدون ان یفرقوا بین اللہ ورسلہ ویقولون نومن ببعض ونکفر ببعض ویریدون ان یتخذوا بین ذالک سبیلا۔ اولئک ھم الکافرون حقا (نساء)

تحقیق جو لوگ اللہ اور اس کے پیغمبر کا انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں میں تفرقہ پیدا کریں اور کہتے ہیں کہ ہم بعض پر ایمان رکھتے ہیں اور بعض کا انکار کرتے ہیں اور وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ ان دونوں کے درمیان ایک اور راستہ پیدا کریں پس ایسے لوگ یقیناً کافر ہیں۔''

یہی طریقہ مدینہ کے منافقوں نے اختیار کیا۔ پیغمبر کی مجلس میں بیٹھ کر ان کے ارشادات واحکامات کی اطاعت کی حامی بھر لیتے۔ پیٹھ پیچھے اپنے خود ساختہ آقاؤں اور مرشدین کی اطاعت کو اپنا فرض اولین سمجھتے۔ اللہ اور اس کے پیغمبروں کے درمیان فرق پیدا کر کے کہتے کہ اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور انبیاء پر نہیں لاتے۔ بعض نبیوں کو مانتے ہیں بعض کو نہیں مانتے گویا اسلام اور کفر کے درمیان ایک نیا مذہب اور راستہ پیدا کرنے کی تگ ودو میں مصروف رہتے۔

محبت کا عجیب ونرالا انداز: مسلمانی کا دعویٰ کرنے والے درحقیقت اسلام کا مذاق اڑا رہے ہیں کہ جس پیغمبر کے اتباع کے بارے میں اللہ تعالیٰ انتہائی زوردار انداز سے فرما رہے ہیں کہ قل ان کنتم تحبون اللہ

فاتبعونی یحببکم الله

ترجمہ: ''اے پیغمبر کہہ دیجئے ان لوگوں سے کہ اگر تم اللہ کے محبوب بننا چاہتے ہو تو اس کے محبوب کی اتباع کرو۔

یہاں معاملہ اُلٹا ہے۔ اللہ کے ماننے اور اس کی محبت کا اقرار تو کیا جارہا ہے اور اس کے آخری نبی کے اتباع سے بچنے کے لئے حیلے بہانے، تاویلات وتوجیہات کئے جارہے ہیں۔ اگر محبوب ربانی صلعم کے حکم مانتے اور اس کے محبت کا دعویٰ کہیں ہے بھی تو ظاہری عمل، دعوی کے بالکل خلاف ہے، شاعر نے انتہائی خوبصورت اور بہترین انداز میں ایسے لوگوں کی حقیقت واضح کرتے ہوئے کیا۔

تعصی الرسول و انت تظهر حبه — هذا لعمری فی الزمان بدیع

ترجمہ: پیغمبر کی نافرمانی کرتے ہو اور ظاہری طور پر اس کی محبت کا دعوی بھی کرتے ہو۔ — خدا کی قسم یہ تو عجیب بات (دعویٰ) ہے

لو کان حبک صادقا للاطعته، — ان المحب لمن یحب مطیع

اگر تم محبت کے دعوی میں سچے ہوتے تو ضرور اس کی تابعداری کرتے۔ — کیونکہ محبت کرنے والا جس سے محبت کا اظہار کرتا ہے وہ (ضرور) اسکی تابعداری کرتا ہے۔

محبت کا دعویٰ کرنا اور محبوب کی اطاعت نہ کرنا یہ تو محبت کا عجیب ونرالا انداز ہے۔ ایسا شخص نہ شریعت کے نظر میں عاشق ہے اور نہ عرفِ عام میں اسے کوئی عاشق ماننے کے لئے تیار ہے۔

اپنا اپنا محاسبہ:

خلاصہ یہ کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، ان کے احکامات پر عملداری اور ان کی تعظیم وتوقیر بھی ان سے محبت کا لازمی حصہ ہے۔ اپنے اپنے گریبانوں میں جھانک کر ہم میں سے ہر کوئی اپنا محاسبہ کرے کہ آیا ہم جس ذات کے امتی اور اس کی محبت کا ورد کرتے کرتے تھکتے نہیں کیا ہم اس کے بتائے ہوئے راہ پر چل رہے ہیں۔ ان کی سنتوں پر چلنے کو ہم نے معمول بنایا ہے اپنی عبادات، پانچ ساڑھے پانچ فٹ بدن، اپنی اولاد، اپنے گھر، گردوپیش، معاشرہ، تمدن کاروبار زندگی۔ میں حضور کے بتائے ہوئے راستے اور ارشادات کی کوئی جھلک موجود بھی ہے یا نہیں؟ اگر ہم دنیا وآخرت کے فوز وفلاح کے طلبگار ہیں تو صرف محبت کا اقرار کرنا کافی نہیں بلکہ اس مختصر اور فانی زندگی کے تمام گوشوں میں اللہ کے اوامر پر عمل اور نواہی سے بچنے کے ساتھ ساتھ محبوب کبریاؐ کے سیرت کو بھی قلباً وقالباً اپنانا ہوگا۔

رب ذوالمنن ہم سب کو حضورؐ سے حقیقی و سچی محبت کرنے والوں کی طرح بنا کر صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمادیں۔ آمین۔

بحث ونظر

سید جلال الدین عمری
صدر ادارۂ تحقیق وتصنیف اسلامی، علی گڑھ

دارالاسلام اور دارالحرب کا تصور
جدید عالمی پس منظر میں

اسلامی ریاست اور غیر اسلامی ریاست کے فرق اور ان کے تعلقات کی نوعیت کو واضح کرنے کیلئے ہمارے علماء وفقہاء نے جو اصطلاحات استعمال کی ہیں، ان میں دارالاسلام اور دارالحرب کی اصطلاحات بھی ہیں۔ یہ اپنے اندر بڑے وسیع معانی رکھتی ہیں اور ان سے اسلامی سیاست کے بعض اہم گوشوں کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

فقہائے کرام کے نزدیک دارالاسلام وہ ریاست ہے جہاں اسلام کے احکام علانیہ (بغیر کسی رکاوٹ) نافذ ہوں، اس سے عبادات ہی نہیں، بلکہ اجتماعی اور سیاسی احکام بھی مراد ہیں۔ اس میں بعض فقہاء نے یہ اضافہ کیا ہے کہ دارالاسلام وہ ہے جہاں مسلمانوں کو امن وامان حاصل ہو اور وہ بے خوف وخطر زندگی (داخلی طور پر) گزار سکیں۔ اور دارالحرب وہ ہے جہاں علانیہ احکام کفر پر عمل ہو رہا ہے۔ اس کے ساتھ ایک شرط یہ بھی لگائی جاتی ہے کہ جہاں اہل کفر کا غلبہ ہو اور مسلمان امن وامان کی زندگی نہ بسر کر سکتے ہوں۔

دارالاسلام اور دارالحرب سے متعلق احکام بھی فقہاء نے تفصیل سے بیان کئے ہیں ان میں سے بعض یہ ہیں:

۱۔ دارالاسلام کی حفاظت اس کے مسلمان شہریوں کے لئے عام حالات میں فرض کفایہ ہے، لیکن بعض نازک حالات میں اس کی حیثیت فرض عین کی ہو جاتی ہے۔ اس کے دفاع کے لئے نفیرِ عام (یعنی امام یا سربراہ مملکت کی طرف سے جہاد کا اعلان) ہو تو ہر ایک کے لئے اس میں شرکت لازمی ہے۔ اس سے وہی افراد مستثنیٰ ہوں گے جو عذر شرعی رکھتے ہوں۔

۲۔ دارالاسلام سے بغاوت جائز نہیں ہے۔ اسے فرو کرنے کے لئے ہر ایک کو حسبِ استطاعت حصہ لینا ہوگا۔

۳۔ دارالحرب کے مسلمانوں کو اساسات دین پر عمل کی آزادی نہ ہو تو ان پر فرض ہے کہ دارالاسلام کی طرف ہجرت کر جائیں۔ دارالاسلام کے دروازے ان کے لئے کھلے ہوں گے۔

۴۔ دارالحرب کا کوئی غیر مسلم شہری اسلام کو جاننے اور سمجھنے کے لئے دارالاسلام آنا چاہے تو اسے اس کا مناسب موقع فراہم کیا جائے گا۔ اس کے بعد اسے بہ حفاظت اس کے وطن پہنچا دیا جائے گا۔

۵۔ دارالحرب سے کوئی غیر مسلم تجارت یا کسی جائز مقصد سے دارالاسلام آنا چاہے تو اسے ایک محدود مدت کے لئے اجازت دی جاسکتی ہے۔ زیادہ دنوں تک وہ قیام کرے تو اسے ذمی قرار دیا جائے گا اور اسی حیثیت سے اس کے ساتھ معاملہ ہوگا۔

۶۔ دارالاسلام کا کوئی شہری دارالحرب جائے تو وہ اس کے عام ملکی قوانین کا پابند ہوگا۔ جھوٹ، دھوکا، فریب یا کسی طرح کی غیر اخلاقی حرکت کی اسے اجازت نہ ہوگی۔ دارالحرب میں طویل قیام اور شادی بیاہ اس کیلئے ناپسندیدہ ہے۔

ان احکام پر موجودہ حالات کے پس منظر میں گفتگو سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ دارالاسلام اور دارالحرب کے تعلق کی نوعیت کیا ہوگی؟ اس کی نوعیت رسول اللہ ﷺ کی سنت اور طریقہ کار سے واضح ہے۔ آپ ﷺ نے عرب کے مختلف سرداران قبائل کو براہ راست یا اپنے نمائندوں کے واسطہ سے اور مکاتیب کے ذریعے مختلف بادشاہوں کو اسلام کی دعوت دی۔ اسلام قبول نہ کرنے کی صورت میں اسلامی اقتدار کو تسلیم کرنے اور جزیہ ادا کرنے کا مطالبہ کیا۔ یہ مطالبہ بھی منظور نہ ہو تو ان سے جہاد کا اعلان فرمایا۔

حضرت بریدہؓ کی حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

اذا لقیت عدوک من المشرکین فادعهم الی ثلاث خصال فایتهن ما اجابوک فاقبل منهم و کف عنهم۔ ثم ادعهم الی الاسلام فان اجابوک فاقبل منهم و کف عنهم ...... فان هم ابوا فسلهم الجزیة۔ فان هم اجابوک فاقبل منهم و کف عنهم فان هم ابوا فاستعن بالله و قاتلهم[۱]

ترجمہ: ''جب تمہارا سامنا اپنے دشمن مشرکوں سے ہو تو انہیں تین باتوں کی دعوت دو۔ ان میں سے جس بات کو بھی وہ اپنے لئے پسند کریں تم اسے قبول کرلو اور ان سے ہاتھ روک لو۔ پہلے انہیں اسلام کی دعوت دو۔ اگر وہ اسے اختیار کرلیں تو اسے تسلیم کرلو اور ان سے جنگ سے باز رہو، اگر وہ انکار کریں تو ان سے جزیہ کا مطالبہ کرو۔ اگر وہ اس کے لئے تیار ہوجائیں تو اسے مان لو اور جنگ سے باز رہو۔ لیکن اگر وہ اس کے لئے بھی آمادہ نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ سے نصرت طلب کرو اور ان سے جنگ کرو۔''

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کسریٰ کے گورنر (جس کا نام بندار اور لقب غالباً ذوالجناحین تھا) سے کہتے ہیں:

امرنا نبینا رسول ربنا ﷺ ان نقاتلکم حتی تعبدوا الله وحده او تؤدوا الجزیة[۲]

ترجمہ: ''ہمارے نبی اور ہمارے اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ تم سے جنگ کریں، جب تک کہ تم اللہ واحد کی عبادت نہ اختیار کرلو یا جزیہ ادا کرو''

دارالاسلام اور دارالحرب کا تصور اسی سے ابھرا ہے۔ اس کا تعلق خاص حالات سے ہے۔ دار کی صرف یہی

دو شکلیں نہیں ہیں۔ اسلام ریاست کا دوسری ریاستوں سے معاہدہ امن بھی ہوسکتا ہے۔ قرآن' حدیث اور اسلامی تاریخ میں اس کا ثبوت موجود ہے۔ اس کا حوالہ آگے آرہا ہے۔

دورِ حاضر کے لئے دارالاسلام اور دارالحرب کا تصور ہی نا قابل قبول ہے۔ یہ آج کے سیاسی مسلمات کے بالکل خلاف ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ مسلمات کیا ہیں اور کس حد تک مبنی بر حقیقت ہیں۔ دارالاسلام اور دارالحرب کے تصور سے ان کا تصادم ہے یا نہیں اور ہے تو اس کی نوعیت کیا ہے؟

کہا جاتا ہے کہ اسلام دوسرے مذاہب اور نظریات پر اپنا غلبہ اور تسلط چاہتا ہے۔ دارالاسلام اور دارالحرب کا تصور اسی کا شاخسانہ ہے۔ آج کی دنیا کسی ایسی ریاست کو قبول نہیں کرسکتی' جس کے پیش نظر دوسری ریاستوں پر اپنی بالادستی اور حکمرانی قائم کرنا ہو' کجا کہ وہ اس کے لئے عملی اقدامات بھی کرے۔

آج سیاست کی دنیا میں بعض باتوں پر اتفاق پایا جاتا ہے۔ یہ اتفاق اقتدار کی کشمکش' اس کے نتائج اور قوموں کے کشت وخون کے طویل تجربات کے بعد ہوا ہے۔ یہ ایک تاریخی عمل ہے جسے نظر انداز کرنا آج کے دور میں ممکن نہیں ہے۔ جن سیاسی امور پر اتفاق ہے وہ یہ ہیں:

۱۔ کسی ملک کا دوسرے ملک پر قبضہ ناروا ہے۔ یہ ایک طرح کا نو آبادیاتی نظام ہے' جو ماضی کی داستان بن چکا ہے۔ اسے زندہ کرنے کی ہر کوشش قابلِ مذمت ہے۔

۲۔ ہر ملک اپنے معاملات طے کرنے میں آزاد ہے۔ اس کے اقتدار اعلیٰ کا احترام لازم ہے اور اسے چیلنج نہیں کیا جائے گا۔

۳۔ اس کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہ ہوگی۔

۴۔ اس پر کوئی دوسرا ملک اپنے نظریات مسلط کرنے اور اسے ان کا پابند بنانے کی کوشش نہ کرے گا۔

۵۔ کسی بھی ملک میں جو تبدیلی آئے وہ جمہوری اور آئینی طریقے سے آنی چاہیے۔ اس کے لئے جبر اور طاقت کا استعمال درست نہیں ہے۔

۶۔ مذہب فرد کا معاملہ ہے۔ اس کی بنیاد پر ریاست کے قیام کا جواز نہیں ہے۔

۷۔ دنیا کے تمام آزاد ممالک بین الاقوامی قوانین کے پابند ہوں گے۔

آیئے دیکھیں کہ ان مسلمات کی حقیقت کیا ہے؟ وہ کس حد تک قابل عمل ہیں اور ان کی کہاں تک پابندی ہورہی ہے؟ اور اس سلسلہ میں اسلام کا نقطہ نظر کیا ہے؟

پہلے اس خیال کو لیجئے کہ دارالاسلام اور دارالحرب کا تصور دوسروں پر اسلام کے غلبہ اور اقتدار کا تصور ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اسلام غلبہ اور اقتدار چاہتا ہے۔ اس کا صاف اعلان ہے:

هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله ولو کره المشرکون (التوبۃ۔۳۳)

''وہ اللہ ہی ہے، جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اسے تمام ادیان پر غالب کردے، چاہے یہ مشرکوں کو ناگوار ہی گزرے''

اسلام اگر اپنے اس عزم وارادے کا اظہار کرتا ہے کہ وہ دوسرے ادیان اور نظامہائے حیات پر غالب آنا چاہتا ہے تو اس پر اعتراض کی کوئی وجہ نہیں ہے، اس لئے کہ دنیا کا ہر نظریہ دوسرے نظریات پر غلبہ حاصل کرنا چاہتا ہے اور اس کے لئے سعی وجہد بھی کرتا ہے۔ کمیونزم دنیا پر اپنے غلبہ کی کوشش کرتا رہا ہے۔ سرمایہ داری شب وروز اسی تگ ودو میں ہے اور بظاہر کامیاب ہے۔ اسلام بھی ایک نظریہ حیات ہے۔ وہ غلبہ چاہتا ہے تو اسے غلط کہنے کی کوئی معقول بنیاد نہیں ہے۔

یہ بات کہ کسی ملک کے اقتدار اعلیٰ کو چیلنج نہیں کیا جائے گا، کوئی اصول کلیہ نہیں ہے، جو بات دیکھنے کی ہے وہ یہ کہ اقتدار اعلیٰ صحیح اصولوں پر قائم ہے یا اس کی اساس ہی نادرست اور غلط ہے، یہی وجہ ہے کہ جمہوریت اگر آمریت اور بادشاہت کو چیلنج کرے اور ختم کرنے کی کوشش کرے تو اسے ناروا نہیں، بلکہ پسندیدہ قرار دیا جاتا ہے۔ اس معاملے میں اسلام کا نقطہ نظر یہ ہے کہ جس اقتدار کی بنیاد ظلم وزیادتی، انسانی حقوق کی پامالی اور باطل افکار اور باطل نظام پر ہے اور وہ برضا ورغبت اس سے دستبردار ہونے کے لئے تیار نہیں ہے تو اسے چیلنج کرنا چاہیے۔ قرآن مجید نے اس سلسلے میں اصولی بات یہ کہی ہے:

بل نقذف بالحق علی الباطل فیدمغه فاذا هو زاهق۔ (الانبیاء۔۱۸)

''بلکہ ہم حق کو باطل پر مارتے ہیں تو وہ اس کا سر توڑ دیتا ہے۔ پھر وہ ختم ہو جاتا ہے۔

ایک اور جگہ فرمایا:

وقل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل کان زهوقا (بنی اسرائیل:۸۱)

''اور کہو کہ حق آیا اور باطل بھاگ کھڑا ہوا، بے شک باطل بھاگنے ہی والا ہے۔''

یہ بات کہ کسی ملک کے اندرونی معاملات میں مداخلت نہ ہوگی، اس پر منحصر ہے کہ اس ملک کا رویہ اپنی آبادی اور باہر کی دنیا کے ساتھ کیا ہے؟ وہ کس قسم کی اقدامات کر رہا ہے؟ اور اس کے عزائم کیا ہیں؟ اگر اس کا رویہ نوع انسانی کے لئے خطرناک ہے تو دنیا کا فرض ہے کہ اس کا ہاتھ پکڑے اور اسے اپنے عزائم کو روبہ عمل لانے اور پیش قدمی کرنے نہ دے۔ اسلام اس میں قائدانہ کردار ادا کرنا چاہتا ہے اور کرے گا۔ ہاں اگر اس کے یہاں عدل وانصاف ہے، حقوق انسانی کی پاسداری ہے، فکر وعمل کی آزادی ہے تو اس سے تعرض کرنا صحیح نہ ہوگا۔

یہ اصول کہ کوئی ملک دوسرے ملک پر اپنے خیالات مسلط نہیں کرے گا' بالکل درست ہے۔لیکن یہ بات فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ خیالات کا مسلط کرنا تو بلاشبہ غلط ہے' لیکن تبادلہ خیالات غلط نہیں' بلکہ بہت ضروری ہے۔ اس سے ذہن وفکر کے دریچے کھلتے ہیں اور حق و باطل واضح ہوتا ہے۔ کسی فکر کو جغرافیائی حدود کا پابند بنانا حریت فکر کے منافی ہے۔اس وقت مغربی افکار پوری دنیا میں پھیلائے جارہے ہیں اور اس طرح پھیل رہے ہیں جیسے حق وصداقت ان ہی میں منحصر ہے۔اسے غلط نہیں کہا جارہا ہے' بلکہ ہر ملک پوری فراخ دلی سے ان کا استقبال کررہا ہے۔اسلام اپنے عقیدہ اور فکر کو مسلط کرنا نہیں چاہتا' بلکہ دلائل کے ساتھ اسے پیش کرتا اور اس پر غور وفکر کی دعوت دیتا ہے۔اس لئے اس پر یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا۔اس نے صراحت کے ساتھ کہا ہے:

کتاب انزلنا ' الیک مبارک لیدبروا یاته ولیتذکر اولو الالباب۔ (ص:۲۹)

ترجمہ: ''یہ کتاب ہم نے آپ پر اتاری ہے جو بابرکت ہے' تا کہ یہ اس کی آیتوں پر غور کریں اور عقل مند نصیحت حاصل کریں۔''

یہ مضمون بہت سی آیات میں بیان ہوا ہے۔رسول اللہ ﷺ کے دعوئ رسالت اور آپ کی تعلیمات کے متعلق ارشاد ہے:

اولم یتفکروا مابصاحبهم من جنة ان هو الانذیرمبین (الاعراف:۱۸۴)

ترجمہ: ''کیا انہوں نے نہیں سوچا کہ ان کے ساتھی کو کوئی جنون نہیں ہے۔وہ تو صاف صاف ڈرانے والا ہے۔''

یہ ضابطہ کہ کسی بھی ملک میں جو تبدیلی آئے وہ جمہوری اور آئینی طریقے سے آنی چاہیے'اس کے لئے جبر اور طاقت کا استعمال درست نہیں ہے۔اسلام اسے صحیح قرار دیتا ہے۔اس نے آمریت کی جگہ شورائیت کی تحسین کی ہے اور اہل ایمان کا ایک اعلیٰ وصف یہ قرار دیا ہے کہ وہ اپنے معاملات مشورے سے طے کرتے ہیں: وامرهم شوری بینهم (الشوریٰ:۳۸) خلفائے راشدین کا انتخاب اسی اصول کے تحت ہوا' تاریخ کی شہادت ہے کہ اس دور میں سب ہی اہم امورِ ریاست باہم مشورے سے طے ہوتے تھے۔آج اس کی جو مناسب صورت اختیار کی جائے وہ اسلام کے خلاف نہ ہوگی' بلکہ اسے اسلام کی تائید حاصل ہوگی۔

اب مذہبی ریاست کے سوال کو لیجئے:

موجودہ دور کا یہ رجحان یا فیصلہ غیر علمی اور غیر منطقی ہے کہ مذہب کو ریاست سے الگ ہونا چاہیے اور مذہب کی اساس پر ریاست کی تشکیل صحیح نہیں ہے۔یہ انسان کو مذہب سے دور رکھنے اور اسے لامذہبیت اور دہریت کے رُخ پر ڈالنے کی کوشش ہے۔اسے قبول نہیں کیا جاسکتا۔انسان کے سامنے یہ وسیع کائنات ہے' جس میں وہ سانس لے رہا اور زندگی گزار رہا ہے اور خود اس کا وجود اور اس کی ذات ہے۔ان کے بارے میں بعض بنیادی سوالات ابھرتے ہیں۔ان

سوالات کا تعلق عقیدہ وفکر، عبادت و اطاعت، اخلاق و سیرت، تہذیب و معاشرت، معیشت و سیاست اور زندگی کے ہر گوشے سے ہے۔ وہ ان کا متعین جواب چاہتا ہے۔ ان کا ایک جواب سیکولر نظریات دیتے ہیں۔ دوسرا جواب اسلام دیتا ہے۔ اگر سیکولر نظریات قابل غور ہو سکتے ہیں تو اسلامی فکر کیوں قابلِ غور نہ ہو؟ اسے محض اس وجہ سے رَد کر دینا کہ وہ ایک مذہب ہے (حالانکہ اسلام عام معنی میں مذہب نہیں، ایک فلسفہء حیات ہے) ضد اور ہٹ دھرمی یا ذہنی تعصب کی دلیل ہے۔ کوئی بھی غیر جانب دار شخص اس کی تائید نہیں کر سکتا۔

بین الاقوامی معاہدوں کے احترام اور ان کی پابندی کی تعلیم شاید سب سے پہلے اسلام ہی نے دی ہے۔ اس نے تاکید کے ساتھ کہا:

یایھا الذین امنوا اوفوا بالعقود (المائدہ:۱)

ترجمہ: ''اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو، معاہدوں کو پورا کرو۔''

آیت میں 'عقود' کا لفظ آیا ہے اس میں جس طرح اللہ اور بندے کے درمیان ہونے والے عہد و پیمان شامل ہیں اسی طرح وہ عہد و پیمان بھی اس میں آتے ہیں جو افراد اور جماعتوں کے درمیان ہوں۔

بین الاقوامی معاہدوں کے سلسلہ میں اسلام نے بعض اصولی ہدایات دی ہیں۔

۱۔ عہد و پیمان جنگ بندی اور امن و امان کیلئے ہو تو اللہ تعالیٰ کے بھروسہ پر بے خوف و خطر قبول کر لینا چاہیے۔

وان جنحوا للسلم فاجنح لھا و توکل علی اللہ ؕ انہ ھو السمیع العلیم ۝ وان یریدوآ ان یخدعوک فان حسبک اللہ ھو الذی ایدک بنصرہ و بالمؤمنین ۝

(الانفال:۶۱-۶۲) ''اگر وہ امن و صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کے لئے مائل ہو جاؤ اور اللہ پر بھروسہ رکھو۔ بے شک وہ سننے اور جاننے والا ہے۔ اگر وہ تمہیں دھوکہ دینا چاہیے تو اللہ تمہارے لئے کافی ہے۔ اس نے (اس سے پہلے) تمہیں اپنی نصرت اور اہل ایمان کے ذریعہ تقویت پہنچائی ہے (وہ اب بھی تمہیں طاقت عطا کرے گا)

۲۔ فریق ثانی جب تک عہد شکنی نہ کرے، عہد کی لازماً پابندی کی جائے۔ مشرکین قریش کے بارے میں قرآن نے کہا کہ ان سے عہد و پیمان پورا کرنے کی توقع نہیں ہے۔ اس کے باوجود حکم ہوا۔

- فما استقاموا لکم فاستقیموا لھم ان اللہ یحب المتقین ۝ (التوبۃ:۷)

''پس جب تک وہ سیدھے طریقے سے اپنے عہد پر قائم رہیں تم بھی ان کے ساتھ سیدھا طریقہ اختیار کرو (عہد کی پابندی کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو) بے شک اللہ متقیوں کو پسند کرتا ہے۔

۳۔ معاہدہ کی خلاف ورزی کا اندیشہ ہو تو اسے ختم کیا جا سکتا ہے، لیکن فریق ثانی کو دھوکے میں نہ رکھا جائے، بلکہ علی الاعلان اسے ختم کیا جائے۔

واما تخافن من قوم خیانة فانبذ الیھم علیٰ سواء ان اللہ لا یحب الخائنین O (الانفال:۵۸)

ترجمہ: ''اگر تمہیں کسی قوم کے عہد و پیان میں خیانت (بدعہدی) کا خوف ہو تو اسے اس طرح پھینک دو کہ تم اور وہ برابر کی حیثیت میں آجائیں' (دونوں پر واضح ہو جائے کہ اب معاہدہ ختم ہو گیا ہے۔ خیانت نہ کرو) بے شک اللہ خیانت کرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے۔''

بین الاقوامی معاہدوں کے سلسلے میں اس سے زیادہ معقول اور امن پسندانہ رویہ کی توقع نہیں کی جاسکتی۔

حقیقت یہ ہے کہ دارالاسلام اور دارالحرب کے تصور پر جو اعتراضات کئے جاتے ہیں ان میں سے بیش تر موجودہ دور کے طرزِ عمل پر وارد ہوتے ہیں وہ جس رویہ کو اپنے لئے جائز قرار دیتا ہے اسے دوسروں کیلئے جائز نہیں سمجھتا۔

ان اعتراضات سے قطع نظر اس پورے موضوع پر موجودہ حالات میں بعض اور پہلوؤں سے غور وفکر کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

رسول اللہ ﷺ (فداہ ابی وامی) نے جن حالات میں سردارانِ قبائل سے خطاب فرمایا تھا یا جو مکاتیب غیر اسلامی ریاستوں کے سربراہوں کے نام ارسال فرمائے تھے انہیں پیش نظر رکھنا چاہیے اور دیکھنا چاہیے کہ اسوقت کے حالات اور آج کے حالات میں کیا فرق واقع ہوا ہے؟

۱۔ وہ دورِ شہنشائیت اور آمریت کا تھا۔ بادشاہِ وقت اقتدار کا مرکز اور آمرِ مطلق ہوتا۔ وہ اپنے وزراء واعوان اور حوالی موالی کی مدد سے جس طرح چاہتا حکومت کرتا۔ وہ نہ تو خود کو کسی کے سامنے جواب دہ سمجھتا اور نہ کسی کو اس سے بازپرس کی ہمت ہوتی۔ عوام حقیقی معنی میں کالانعام اس کے احکام کی تابع داری کرتے' امورِ ریاست میں ان کا کوئی حصہ نہ ہوتا' سردارانِ قبائل اور مطلق العنان آمروں کا بھی یہی طریقہ تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے اسی وجہ سے سردارانِ قبائل اور بادشاہانِ وقت سے خطاب کیا اور انہیں اسلام لانے کی دعوت دی۔ اس لئے کہ ان کے اسلام قبول کرنے کے معنی عوام کے اسلام قبول کرنے کے تھے اور ان کا رد کر دینا عوام کے رد کر دینے کے مترادف تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے شاہِ روم ہرقل کو جو خط روانہ کیا اس میں آپؐ نے فرمایا:

أسلم' تسلم' اسلم یؤتک اللہ أجرک مرّتین وإن تولّیت فإنّ علیک إثم الأریسین (مسلم کتاب الجھاد)

ترجمہ: ''اسلام لاؤ' سلامتی سے رہو گے۔ اسلام لاؤ' اللہ تمہیں دُگنا اجر عطا کرے گا۔ اگر تم نے اس سے بے رخی برتی تو تم پر کسانوں (رعایا) کا بھی گناہ ہوگا۔''

بادشاہ اگر انکار کردے تو رعایا کا گناہ بھی اس پر اس لئے عائد ہوگا کہ وہ دین و مذہب اور عقیدہ وفکر میں اس کے تابع تھے۔ وہ اسلام قبول کر لے تو رعایا بھی لازماً اسلام قبول کر لے گی۔ وہ اگر رَد کر دے تو رعایا بھی اسے رَد کر دے گی۔(۳)

عصر جدید نے صورتِ حال بدل دی ہے۔ قبائلی حکمرانی اور بادشاہت اور آمریت کا دور بڑی حد تک قصہ پارینہ بن چکا ہے' یا بنتا جا رہا ہے۔ یہ دور عوام کے اقتدار کا ہے۔ اس لئے اب اسلام کا خطاب بھی کسی مخصوص فرد یا طبقے تک محدود نہ ہوگا اور ان کا فیصلہ عوامی فیصلہ نہیں کہلائے گا۔ خاص طور پر جہاں عقیدے اور فکر اور نظامِ سیاست میں بنیادی اور دوررس نتائج کی حامل تبدیلی کا سوال ہو۔ اس کے لئے اس ملک کے عوام سے خطاب کرنا ہوگا۔ کسی اونچے سے اونچے فرد یا گروہ سے خطاب کے ذریعہ پوری قوم پر دعوتی حجت پوری نہ ہوگی اور اس کے خلاف طاقت کے استعمال کا غالباً جواز نہ ہوگا۔

۲۔ عہدِ رسالت اور اس سے قریب کے دور میں ایک طرف دارالاسلام یا اسلامی ریاست تھی' جہاں اسلام اپنے عقیدے اور فکر' اپنے پورے وجود سے اسلام کی ترجمانی کر رہا تھا۔ دوسری طرف غیر اسلامی ریاستیں یا بہت سے دارالحرب تھے' جہاں احکامِ کفر نافذ تھے۔ دونوں کا فرق آسانی سے سمجھا جا سکتا تھا۔ اب کوئی دارالاسلام نہیں ہے۔ بہت سے مسلم ممالک ہیں' جن میں سے کسی ملک میں اسلام کی حکمرانی صرف عبادات اور شخصی امور تک محدود ہے اور کہیں نسبتاً اس سے وسیع دائرے میں اس پر عمل ہو رہا ہے۔ اسلام کا نفاذ پوری تفصیلات کے ساتھ کہیں نہیں ہے۔ پھر یہ کہ ان میں سے ہر ملک اپنی جگہ خود مختار اور اپنی سیاسی پالیسی اور حکمت عملی میں آزاد ہے۔ ان کا کوئی مشترکہ وفاق بھی نہیں ہے جو غیر اسلامی ریاستوں کے سامنے اسلام کے تقاضے اور مطالبات رکھ سکے۔

۳۔ اس وقت دارالاسلام وقت کی ایک غالب قوت تھا اور وہ دوسری ریاستوں سے اپنی شرائط پر بات کر سکتا تھا' لیکن آج کوئی اسلامی ریاست اس موقف میں نہیں ہے' بلکہ وہ دوسری طاقتوں کے زیر اثر ہے۔

دارالاسلام اور دارالحرب کے جو احکام بیان ہوئے ہیں وہ اپنے وقت میں قابل عمل تھے اور ان پر عمل ہو بھی رہا تھا لیکن موجودہ بین الاقوامی حالات ان میں سے بعض احکام پر مزید غور و فکر کا تقاضا کرتے ہیں۔ یہاں ان کی طرف اشارہ کیا جا رہا ہے:

۱۔ دارالحرب میں اگر اسلام کے اظہار اور اس پر عمل کی آزادی نہ ہو تو وہاں کے مسلمانوں پر دارالاسلام ہجرت کر جانا فرض ہے۔ لیکن اب یہ صورت حال غالباً صرف بعض کمیونسٹ ممالک میں رہ گئی ہے۔ اس سے قطع نظر غور طلب امر یہ ہے کہ ہجرت کے لئے دارالاسلام کا ہونا ضروری ہے۔ اور یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے دروازے مہاجرین کے لئے کھلے ہوں۔ مسئلہ دو چار افراد کا نہیں' بلکہ اس طرح کے ممالک میں موجود پوری امت کا ہے۔ اس کے لئے کیا آج

کوئی دارالاسلام یا مسلم ملک تیار ہے؟

۲۔　جہاں تک غیر مسلم جمہوری ممالک کا تعلق ہے ان میں تمام باشندگانِ ملک کے مساوی حقوق تسلیم کئے جاتے ہیں۔ ان کے درمیان کسی طرح کے فرق و امتیاز کو صحیح نہیں سمجھا جاتا۔ ان ممالک میں مسلمان ان تمام سیاسی حقوق کے ساتھ رہ رہے ہیں جو غیر مسلم شہریوں کو حاصل ہیں۔ وہ مذہب کی آزادی کا بھی حق رکھتے ہیں۔ از روئے قانون انہیں اسلام کے اظہار و اعلان اور اسلامی عبادات پر عمل کی۔ اس کی دعوت و تبلیغ اور نشر و اشاعت کی آزادی حاصل ہے۔ اسی طرح وہ اسلام کے معاشرتی قوانین نکاح' طلاق' وراثت' ہبہ' وصیت وغیرہ پر عمل کر سکتے ہیں۔ ان حالات میں ان کے لئے ہجرت کا حکم نہیں ہے' بلکہ وہاں قیام پسندیدہ ہے' تاکہ اسلام کی تبلیغ و اشاعت اور اس کے فروغ کی وہ کوشش کر سکیں۔

۳۔　حربی کے' دارالاسلام میں قیام کا مسئلہ بھی غور طلب ہے۔ موجودہ دور میں ایک ملک اور دوسرے ملک کے درمیان آمد و رفت کے کچھ قاعدے ضابطے مقرر ہیں۔ یہ سب کیلئے ہیں۔ ان ہی کے تحت لوگ تعلیم' ملازمت' تجارت' سیاحت' ایک دوسرے سے تعلقات پیدا کرنے' بڑھانے اور خیر سگالی جیسے مقاصد کے لئے بیرونی ملکوں کا سفر کرتے ہیں۔ حالات کے لحاظ سے انہیں مختصر یا طویل مدت تک قیام کی اجازت ہوتی ہے۔ بعض اوقات ایک ملک کا شہری دوسرے ملک کی شہریت وہاں کی سہولتوں اور آسائشوں کے پیش نظر اختیار کر لیتا ہے۔ کبھی اس میں مجبوری کا بھی دخل ہوتا ہے۔ اس میں مسلم اور غیر مسلم کا یا مسلم ملک اور غیر مسلم ملک کا بھی فرق نہیں ہے۔ مسلم ممالک کے شہری بھی غیر مسلم ممالک کی شہریت اختیار کر لیتے ہیں اور وہیں رہ بس جاتے ہیں؟ کیا اسے دارالاسلام سے دارالحرب کی طرف ہجرت کہا جائے گا' یا کم از کم اسے غیر اسلامی قرار دیا جائے گا؟

فقہائے کرام نے اپنے دور کے حالات میں جو احکام بیان کئے ہیں ان میں آج اس طرح کی دشواریاں پائی جاتی ہیں' ان پر اس پہلو سے غور و فکر کی ضرورت ہے کہ کتاب و سنت کا منشا کیا ہے اور وہ کس طرح پورا ہو سکتا ہے؟

دارالاسلام اور دارالحرب سے متعلق جو اہم سوال ابھرتا ہے' جس کا ان' کے تعلقات پر بھی گہرا اثر پڑتا ہے اور جو بڑے دور رس نتائج کا حامل ہے' وہ یہ ہے کہ کیا دارالاسلام آج کے دور میں دارالحرب سے اسلام قبول کرنے یا جزیہ ادا کرنے کا مطالبہ کرے گا اور یہ مطالبہ تسلیم نہ ہو تو اس کے خلاف اعلانِ جنگ کر دے گا؟ کیا یہ صریح جارحانہ رویہ نہیں ہے' کیا یہ کسی ملک کی آزادی کو سلب کرنے کی عریاں جدوجہد نہیں ہے' کیا دنیا کا کوئی بھی ملک اسے قبول کر سکتا ہے اور بین الاقوامی قوانین اس کی اجازت دیں گے؟

یہ سوال بڑا بھیانک ہے اور بہ ظاہر اسلام کے موقف کو حق بہ جانب قرار دینا آسان نہیں ہے' لیکن یہ سوال اسلام کے موقف کو نہ سمجھنے کی وجہ سے ابھرتا ہے۔ اسی کی یہاں وضاحت کی کوشش کی جائے گی۔

۱۔ دارالاسلام یا اسلامی ریاست کا ایک اہم مقصد یہ ہے کہ وہ دنیا کے سامنے اسلام کو اللہ کے نازل کردہ واحد دین حق کی حیثیت پیش کرے اور اسے قبول کرنے کی دعوت دے۔ یہ دعوت اسی وقت قابل توجہ اور قابل قبول ہوسکتی ہے جب کہ اسے محض ایک دعویٰ کے طور پر ہی نہ پیش کیا جائے' بلکہ دلائل کے ذریعہ دوسرے ادیان اور نظریات کے مقابلہ میں اس کا برحق ہونا ثابت کیا جائے اور یہ واضح کیا جائے کہ اسی میں دنیا اور آخرت کی فلاح مضمر ہے۔ اور یہی کامیابی و کامرانی کا واحد راستہ ہے۔ اس کے بعد ہی یہ فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ مخاطب قوم اسلام کو قبول کر رہی ہے' یا اس نے اسے رد کر دیا ہے۔

اللہ کا دین بے شک دوسرے ادیان پر غالب آنا چاہتا ہے' لیکن یہ غلبہ محض سیاسی نہیں' بلکہ دلائل و براہین کا غلبہ بھی ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ دلائل و براہین کا غلبہ ہی حقیقی معنی میں سیاسی غلبہ کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔

اللہ کا قانون بھی یہی ہے۔ اس کے رسول اپنی قوم کے درمیان دلائل کے ذریعہ اسلام کا برحق ہونا ثابت کر دیتے ہیں۔ اس کے باوجود جب وہ انکار کرتی ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آتا ہے' اس سے پہلے نہیں آتا۔

وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ (بنی اسرائیل: ۱۵)

''ہم کسی قوم پر عذاب نہیں نازل کرتے جب تک کہ رسول نہ بھیج دیں۔''

فقہاء کے درمیان یہ بات تسلیم شدہ ہے کہ اسلام کی دعوت کے بغیر کسی قوم کے خلاف فوجی اقدام نہیں ہوگا۔ یہاں تک کہ دونوں طرف کی فوجیں محاذ جنگ پر ایک دوسرے کے بالمقابل صف آراء ہوں تب بھی حملہ سے پہلے اسلام کی دعوت ضروری ہے۔ ہمارے خیال میں یہ دعوت دلائل کے ساتھ ہونی چاہیے۔

۲۔ اسلام اس امر کے خلاف ہے کہ اس کی تعلیمات پر سنجیدگی سے غور و فکر کی جگہ انہیں مذاق کا موضوع بنالیا جائے' ان کی تصویر مسخ کی جائے' ان پر بے بنیاد اعتراضات کئے جائیں' ان کے بارے میں خواہ مخواہ شکوک و شبہات پیدا کئے جائیں اور دوسروں کو اس سے باز رکھنے کی کوشش کی جائے۔ یہی بات آیاتِ ذیل میں بیان ہوئی ہے اور اس پر آخرت کی وعید سنائی گئی ہے۔

...... وویل للکفرین من عذاب شدید O الذین یستحبون الحیوٰۃ الدنیا علی الاخرۃ ویصدون عن سبیل اللہ ویبغونھا عوجا ط اولئک فی ضلال بعید O

ترجمہ: ''اور تباہی ہے کافروں کے لئے ایک سخت عذاب کی۔ وہ جو آخرت کے مقابلہ میں دنیا کو ترجیح دیتے ہیں اور اللہ کے راستہ سے روکتے ہیں اور اس میں کجی تلاش کرتے ہیں۔ یہ لوگ گمراہی میں بہت دور جاچکے ہیں۔''

ایک اور جگہ فرمایا:

.....الا لعنة الله على الظلمين O الذين يصدون عن سبيل الله و يبغونها عوجاً ط وهم بالاخرة هم كفرون O (ہود:۱۸۔۱۹)

ترجمہ: ''سن لو اللہ کی لعنت ہے ظالموں پر۔ وہ جو اللہ کے راستے سے روکتے ہیں اور اس میں کجی تلاش کرتے ہیں اور وہ آخرت کا انکار کرتے ہیں۔''

۳۔ اسلام جبر واکراہ کا قائل نہیں ہے۔ وہ عقیدے اور مذہب کی آزادی کو انسان کا بنیادی حق سمجھتا ہے' وہ چاہتا ہے کہ خود اس کے سلسلے میں بھی یہ آزادی حاصل رہے۔ جو شخص اسے اختیار کرے اسے لالچ' خوف' زور اور طاقت کے ذریعہ منحرف کرنے کی کوشش نہ کی جائے' اس پر ظلم وستم کے پہاڑ نہ توڑے جائیں اور اس کے چاروں طرف حصار جبر نہ کھڑا کر دیا جائے۔ اس ظالمانہ رویہ کے لئے وہ ''فتنہ'' کی اصطلاح استعمال کرتا ہے۔ جو فرد یا گروہ کسی کے خلاف یہ رویہ اختیار کرے' اس کے نزدیک وہ بدترین جرم کا ارتکاب کرتا ہے اور اللہ کی گرفت سے بچ نہیں سکتا۔

قتل اصحب الاخدود O النار ذات الوقود O اذهم عليها قعود O وهم على مايفعلون بالمومنين شهود O وما نقموا منهم الا ان يؤمنوا بالله العزيز الحميد O الذى له ملك السموت والارض ط والله على كل شئى شهيد ط ان الذين فتنوا المؤمنين والمومنت ثم لم يتوبوا فلهم عذاب جهنم ولهم عذاب الحريق O (البروج:۴۔۱۰)

ترجمہ: ''مارڈالے گئے کھائیوں والے جن میں ایندھن کی آگ تھی اور وہ ان کے کنارے بیٹھے تھے اور اہل ایمان کے ساتھ جو کچھ کر رہے تھے اسے دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے ان سے صرف اس لئے بدلہ لیا کہ وہ اللہ پر' جو غالب اور ستودہ صفات ہے' ایمان رکھتے ہیں۔ وہ اللہ جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے۔ اللہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔ جن لوگوں نے مومن مردوں اور عورتوں کو دین سے پھیرنے کی کوشش کی اور سزائیں دیں' پھر توبہ نہیں کی تو ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لئے دہکتی آگ کا عذاب ہے۔''

جس ملک میں بھی جبر واکراہ کی یہ صورتحال ہو' دارالاسلام اسے ختم کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس کے لئے وہ طاقت بھی استعمال کرسکتا ہے۔ اشہر حرم میں جہاد پر اعتراض تھا۔ اس کے جواب میں قرآن نے کہا۔

يسئلونك عن الشهر الحرام قتال فيه ط قل قتال فيه كبير ط وصد عن سبيل الله وكفر به والمسجد الحرام واخراج اهله منه اكبر عند الله والفتنة اكبر من القتل..... (البقرہ:۲۱۷)

ترجمہ: ''وہ تم سے محترم مہینہ میں جنگ سے متعلق پوچھ رہے ہیں۔ ان سے کہو کہ اسمیں جنگ بڑا گناہ ہے' لیکن اللہ

کے راستے سے روکنا' اس کے ساتھ کفر کرنا اور مسجد حرام سے باز رکھنا اور اس کے باشندوں کو وہاں سے نکال دینا' اللہ کے نزدیک اس سے بھی بڑا گناہ ہے۔ فتنہ قتل سے بھی بڑا ہے۔''

اسی بنیاد پر مکہ جو اس وقت دارالحرب تھا' اس کے کمزور اور بے بس مسلمانوں کو جو ظلم وستم کی چکی میں پس رہے تھے' جنہیں قرآن نے مستضعفین کہا ہے وہاں سے نکالنے کے لئے جہاد کا حکم دیا گیا۔ (النساء: ۷۵)

دارالحرب میں دعوت وتبلیغ کے مواقع حاصل ہوں' اسلام کی راہ میں دستوری اور عملی رکاوٹ نہ ہو اور آزادی سے اسے اختیار کیا اور اس کی تعلیمات کے مطابق عمل کیا جاسکے تو توقع ہے کہ خود وہاں اندر سے اسلام ابھرے گا۔ اس کے لئے اسے جنگ کی ضرورت نہ ہوگی۔

دنیا کی ہر ریاست کی طرح دارالاسلام کو بھی اپنے دفاع کا حق حاصل ہے۔ اگر دارالحرب کی طرف سے وہ خطرہ محسوس کرے تو دفاعی اقدامات ضرور کرے گا۔ موجودہ دور میں بین الاقوامی معاہدے موجود ہیں جو ایک ملک کو دوسرے ملک پر حملہ سے روکتے ہیں۔ اس طرح کا معاہدہ دارالاسلام بھی کرسکتا ہے۔

مراجع و حواشی

۱۔ مسلم' کتاب الجہاد' باب تأمیر الامام الامراء علی البعوث الخ۔ ابوداؤد۔ کتاب الجہاد۔ باب فی دعاء المشرکین

۲۔ بخاری' کتاب الجزیۃ والموادعۃ' باب الجزیۃ والموادعۃ الخ۔

۳۔ امام نووی فرماتے ہیں: معناہ أن علیک إثم رعایاک الذین یتبعونک وینقادون بانقیادک ونبہ بھولاء علی جمیع الرعایا' لأنھم الأغلب و لانھم اسرع انقیادا' فاذا أسلم اسلموا واذا امتنع امتنعوا وھذا القول ھو الصحیح (شرح مسلم' جلد۶' جز'۱۲' ص۹۳' دارالکتب العلمیۃ' لبنان ۱۹۹۵) اس کے معنی یہ ہیں کہ تم پر تمہاری رعایا کا بھی گناہ ہوگا' جو تمہارا اتباع کرتے ہیں اور جو تمہارے اطاعت قبول کرنے سے خود بھی مطیع ہو جائیں گے۔ اریسین (کاشت کاروں) سے تمام رعایا کی طرف اشارہ فرمایا ہے' اس لئے کہ ان ہی کی اکثریت تھی اور سب سے بڑھ کر اطاعت کرنے والے بھی وہی تھے۔ اگر بادشاہ اسلام لے آئے تو وہ بھی اسلام لے آئیں گے اور وہ اس سے باز رہے تو وہ بھی باز رہیں گے۔

نوٹ : آپ اپنے مضامین مدیر الحق کو بذریعہ ای میل بھی بھیج سکتے ہیں

Email: editor_alhaq@yahoo.com

مولانا ڈاکٹر محمد امجد تھانوی

پاکستان میں تباہی ' اجتماعی توبہ
استغفار اور دعا کی ضرورت

حال ہی میں پاکستان کے بیشتر علاقوں میں آنے والے قیامت خیز زلزلوں میں کئی ہزار افراد جان بحق ہو چکے ہیں جبکہ زخمیوں کی تعداد بھی ہزاروں میں بتائی گئی ہے۔ یہ زلزلے اسلام آباد' سرحد' پنجاب' شمالی علاقہ جات اور آزاد کشمیر میں آئے ہیں۔ جس سے پورے پاکستان کی عوام نہ صرف متاثر ہوئی بلکہ پورا ملک غم اور سوگ میں مبتلا ہے۔ آزاد کشمیر میں خاص طور پر سب سے زیادہ تباہی ہوئی جہاں بیسیوں دیہات صفحۂ ہستی سے مٹ گئے اور سینکڑوں عمارات زمین بوس ہوگئیں۔ اسی طرح صوبہ سرحد کے ضلع مانسہرہ' شانگلہ' بالاکوٹ اور کوہستان میں سب سے زیادہ جانی و مالی نقصان ہوا۔ پہاڑی تودے گرنے سے بعض اہم سڑکیں بالکل بند ہوگئیں لیکن مسلح افواج کے انجینئر قابلِ مبارکباد ہیں جنہوں نے فوری طور پر سڑکیں بنانے کا کام شروع کر دیا ہے۔ اسلام آباد میں رہائشی ٹاورز زمین بوس ہونے کی وجہ سے سینکڑوں افراد زخمی اور موت کے منہ میں چلے گئے۔ مانسہرہ میں ایک اسکول کی چھت گر جانے سے چار سو طالبات اللہ تعالیٰ کو پیاری ہوگئیں۔ مظفر آباد میں ڈسٹرکٹ کوٹ کی عمارت گر جانے کی وجہ سے جج سمیت کافی افراد ہلاک ہو گئے۔ لاہور میں تین منزلہ پلازہ اور مکان گرنے سے درجنوں افراد ہلاک و زخمی ہوئے۔ پنجاب کے بعض علاقے جن میں فیصل آباد' ملتان' جھنگ' گوجرانوالہ' سیالکوٹ' سرگودھا' اوکاڑہ' ڈیرہ غازی خان' نارووال' اور بہاولپور شامل ہیں ان میں بھی زلزلے کے شدید جھٹکے محسوس کیے گئے۔

اس سانحہ میں پاک افواج کے کئی سو نوجوان شہید اور زخمی ہوئے متاثرہ علاقوں میں بجلی' گیس' اور ٹیلی فون کا نظام درہم برہم ہو کر رہ گیا' اور بہت سی عمارات میں لوگ ابھی تک پھنسے ہوئے ہیں۔ ریکٹر اسکیل پر 7.6 طاقت کا یہ زلزلہ پاکستان کا بدترین اور 2005ء میں دنیا کا چوتھا بڑا زلزلہ ہے۔ جاں بحق ہونے والے اور زخمی ہونے والوں کے علاوہ متاثرین کی تعداد لاکھوں میں پہنچی ہے جو ایک قومی نقصان ہے۔ جس دن پاکستان میں زلزلے کی وجہ سے یہ تباہی ہوئی اسی دن افغانستان' ہندوستان' جاپان' انڈونیشیا اور مقبوضہ کشمیر میں بھی زلزلہ آیا جس سے سینکڑوں افراد جان ہاتھ دھو بیٹھے اور اللہ تعالیٰ کو پیارے ہوگئے۔ پاکستانی عوام ان تمام آفاتِ الٰہی کو جھیلنے کے ساتھ ساتھ دوسرے ممالک میں اس خطرناک زلزلے میں ہلاک ہونے والوں کی موت پر پوری طرح ان کے ساتھ ہیں اور ان کے لئے ہمدردی کے

جذبات کے ساتھ ساتھ ان کے دکھ میں برابر کے شریک ہوکر تعزیت پیش کرتے ہیں۔

پاکستان کی حکومت اور عوام نے اس مصیبت اور پریشانی میں جس احساس ذمہ داری یکجہتی اور نظم وضبط کا مظاہرہ کیا ہے اس کی وجہ سے پوری قوم متحرک ہوگئی۔ نوجوانوں نے پہاڑی علاقوں اور شہروں میں اپنی جان کی پرواہ نہ کرتے ہوئے عمارات کے ملبوں میں دبے ہوئے لوگوں کو نکالا' پوری دنیا میں یہ منظر ٹی وی کے مختلف چینلز پر دیکھا گیا' کہ ان کاموں کے ساتھ ساتھ اسپتال کے باہر خون دینے والے نوجوانوں کی قطاریں لگی ہوئی ہیں۔ سیاسی پارٹیوں' مخیر افراد اور سماجی تنظیموں کی طرف سے فوری طور پر امدادی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ نقدی اور امدادی سامان کے علاوہ ڈاکٹروں اور نرسوں کی ٹیمیں مختلف جگہوں پر از خود منظم ہوکر روانہ ہوگئیں۔ یہ تمام چیزیں ایسے وقت میں متاثرین کی حوصلہ افزائی کے لئے بے حد ضروری ہیں۔

اس مشکل وقت میں اقوام متحدہ' OIC' امریکہ' سعودی عرب' ترکی' ایران' برطانیہ' آئرلینڈ' جرمنی اور ہمارے پڑوسی ملک ہندوستان نے مدد کی پیشکش کی ہے اس پر پاکستانی قوم ان تمام ممالک کے لئے اظہار تشکر کے جذبات رکھتی ہے۔

زلزلے میں قدرتی آفات انسانی طاقت سے باہر ہیں۔ جن کی قبل از وقت تیاری عموماً نہیں ہوتی۔ اس سانحہ کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے امتحان اور آزمائش سمجھنا چاہیے۔ جو قومیں ایسے حادثات کے موقع پر صبر اور استقامت کا مظاہرہ کرتی ہیں اور تعمیر نو کے عزم کے ساتھ جدوجہد جاری رکھتی ہیں تو اس وقت اللہ تعالیٰ ان کی یقینی طور پر مدد کرتا ہے۔ مسلمانوں کا اس پر مکمل ایمان اور عقیدہ بھی ہے۔ بعض اوقات ایسی پریشانیاں قوم کی تبدیلی کا ذریعہ بن جاتی ہیں اور بحیثیت قوم اس کے تمام اختلافات' تعصبات' رنجشوں اور باہمی قطع تعلق کو ملا کر فرد واحد کی طرح متحد اور متفق ہوکر اللہ تعالیٰ سے اپنی کوتاہیوں کی معافی مانگتے ہیں۔ اور اس مشکل وقت میں اسی کا سہارا لیتے ہوئے مستقبل کی کامیابی کے لئے اللہ تعالیٰ کی مدد مانگی جاتی ہے۔

پاکستان میں رہنے والے عوام ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک ہیں اور باہمی احترام رواداری اور انسانیت کی آبیاری کررہے ہیں جس کی تعلیم ہمارے دین اور حضرت محمد ﷺ نے دی ہے۔ اس سے قبل قوموں کو جگانے کے لئے اور اللہ کے احکامات کی جانب لوگوں کی متوجہ کرنے کے لئے ایک طوفان سونامی کے نام سے آیا۔ جنوب مشرقی ایشیاء کے کئی شہر تباہ ہوئے اور ہزاروں لوگ موت کے منہ میں چلے گئے۔ امریکہ میں طوفانی ہوائیں چلیں اور ان ہواؤں نے دنیا کے مضبوط ترین ملک کے جدید ترین شہروں کو تباہ کردیا' ان واقعات پر کچھ روشن خیال دانشوروں نے ان کا مذاق اڑایا لیکن جب 8/ اکتوبر کو پاکستان کے کئی شہروں کی زمین کانپنے لگیں تو سب اللہ تعالیٰ کو یاد کرنے لگے۔ اس طرح ہمارے مالکِ حقیقی نے ہمارے سامنے یہ اعلان کیا ہے کہ نہ پانی ہمارے قبضۂ قدرت ہے نہ

ہوائیں ہمارے قابو میں ہیں اور نہ زمین پر بنی ہوئی مضبوط ترین عمارات ہمارے لئے محفوظ پناہ گاہیں ثابت ہو سکتی ہیں، ہم تو ایک بے بس اور کمزور انسان ہیں جو بغیر کسی وجہ کے طاقت اور اقتدار کے گھمنڈ میں سب کچھ بھول جاتے ہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے بنائے ہوئے قوانین اور اصولوں کا سرِ عام مذاق اڑاتے ہیں اور اب تو ہمارے ملک میں خاص طور پر ٹی وی کے اکثر و بیشتر چینل عریانی اور فحاشی میں ید طولیٰ رکھنے کی صلاحیت حاصل کر رہے ہیں اور ہمیں یہ خود اندازہ نہیں کہ ہم اپنے آپ اور اپنی نسل کو کس جانب لے جا رہے ہیں۔ کیا اس بے حیائی سے اور عریانیت سے ہمیں کوئی ترقی یا تمغے ملنے کے امکانات ہیں؟ ہرگز نہیں کیونکہ یہ مسلمانوں کا شیوہ نہیں بلکہ اللہ کے غیظ و غضب کو متوجہ کرنے کا طریقہ ہے۔ ہمیں تمام توقعات حکومت سے وابستہ نہیں کرنا چاہئیں بلکہ اپنی ذمہ داریوں کا احساس بھی کرنا چاہیے۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ امریکہ جیسی سپر پاور اپنے تمام تر حکومتی شان و شوکت کے ساتھ امدادی سرگرمیوں میں اپنے عوام کی توقعات پر پورا نہیں اتر سکی، پاکستان کی حکومت اس حادثے پر اپنا فرض ضرور ادا کرے گی لیکن ہمیں بھی اپنا فرض یاد کرنا ہوگا۔ ایک انسان اور مسلمان ہونے کی وجہ سے حکومت کے ذرائع کا انتظار کئے بغیر متاثرہ علاقوں میں امداد پہنچانے کے لئے ہمیں خود بھی پیش رفت کرنی چاہیے اور یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہیے کہ اس تباہی کے پیچھے کیا محرکات موجود تھے۔

اگر ہم اپنی زندگی کا جائزہ لیں تو ایسا تو نہیں ہے کہ ہمارے کسی جھوٹ، فریب، غیبت، منافقت یا عریانیت سے اور پاک سرزمین پر اللہ تعالیٰ کی حکم کی نافرمانیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے زمین کو ہلا کر رکھ دیا کیونکہ بحیثیت قوم ایک ایسی قوم تو بن چکے ہیں کہ جس کے پاس قائدین کی بہتات ہے لیکن قیادت کا فقدان ہے، ہم پہلے اسلام، اللہ تعالیٰ اور حضور اکرم ﷺ کے نام پر مسلمانوں سے ووٹ حاصل کرتے ہیں، پھر اسمبلی میں دست و گریبان ہو جاتے ہیں اور ضلعی نظامتوں کے سلسلوں میں بھی ایسا ہی کردار ادا کرتے ہیں۔ ہمارے سامنے ناانصافی اور ظلم ہوتا رہتا ہے، جھوٹ بولا جاتا ہے، کرپشن ہوتی ہے اور روشن خیالی کے نام پر بے حیائی فروغ پاتی ہے، لیکن ہم خاموش تماشائی بن کر اپنے کاموں میں مگن ہو جاتے ہیں۔ مسلمان مسلمان پر فائرنگ کرتا ہے، مساجد اور امام بارگاہوں میں دھماکے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اور ملک کے مفاد پرستوں کو زلزلے کے ان جھٹکوں کے ذریعے یہ پیغام دیا ہے کہ ہم بحیثیت قوم وہ کام نہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے ناپسند فرمائے ہیں۔ ہمیں زلزلے کے متاثرین کی مدد کے ساتھ ساتھ اپنا ذاتی جائزہ بھی لینا چاہیے۔

؂ آخر ان راہوں سے شکوے کیا کرنا
ہم کو چلنا ہے، سو چلتے جائیں ہم

؂ جن لوگوں کو چاہو وہ کھو جاتے ہیں
اس دنیا میں اکثر ایسا ہوتا ہے

پروفیسر محمد یونس میو*

فقہی اختلافات کے اسباب
(عقد الجید* کی روشنی میں)

علامہ شبلی نعمانی نے اپنی کتاب ''علم الکلام'' میں مسلمانوں کے کارنامے بیان کرتے ہوئے شاہ ولی اللہ کا ذکر رازی' ابن رشد اور ابن تیمیہؒ کے ساتھ کیا ہے۔ ابن تیمیہ اور ابن رُشد کے بعد بلکہ خود انہیں کے زمانے میں مسلمانوں میں جو عقلی تنزل ہوا اور آخیر زمانے میں اسلام کا نفس بازپسیں تھا' شاہ ولی اللہ جیسا شخص پیدا ہوا۔ جس کی نکتہ سنجیوں کے آگے غزالی' رازی اور ابن رشد کے کارنامے ماند پڑ گئے [(۱)]۔

لیکن شاہ ولی اللہ کی علمی عظمت صرف دینِ اسلام کو حکیمانہ اسلوب میں پیش کرنا اور معقول ومنقول میں تطبیق دینے تک محدود نہ تھی۔ بلکہ انہوں نے تفسیر القرآن' علم حدیث وفقہ' تصوف' ملی سیاسی تاریخ' عمرانیات اور اپنے دور کے دوسرے مباحث پر بھی بہت کچھ لکھا ہے [(۲)]۔ اس لئے بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ شاہ صاحب کی تاریخی زندگی میں جو سب سے زیادہ قابل فخر اور بقائے دوام کا باعث ہے وہ آپ کے علمی کارنامے ہی ہیں [(۳)]۔ ''حیات ولی'' کے مصنف نے آپ کی ۴۵ کتب کا تعارف کرایا ہے [(۴)]۔ آپ کی تمام کتب عربی وفارسی میں ہیں۔ جن کے اب اردو تراجم بھی ہوگئے ہیں۔ ''حجۃ اللہ البالغہ'' آپ کی ضخیم ترین اور مشہور ترین کتاب ہے۔ اس کے مقدمہ میں علامہ عبدالحق حقانی نے ۲۵ کتب کے تذکرہ کے بعد لکھا ہے ان کے علاوہ چھوٹے چھوٹے رسائل درثمین' سلسلات وغیرہ سینکڑوں ہیں [(۵)]۔ بہر حال ان صفحات میں آپ کی تصنیفی خدمات کا بیان ناممکن ہے۔ اور نہ ہی اس کی ضرورت ہے۔ یہاں ان کی فقہی خدمات کے صرف ایک جز فقہی اختلافات کے اسباب ان کے عربی رسالہ ''عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید'' کے حوالہ بات ہوگی۔ چنانچہ آپ کی سوانح ''حیات ولی'' سے ایک اقتباس نقل کرنے کے بعد موضوع زیر بحث پر کچھ عرض کرنے کی کوشش کی جائے گی' حافظ رحیم بخش دہلوی فرماتے ہیں:

---

* اسسٹنٹ پروفیسر۔ گورنمنٹ کالج آف کامرس' ڈسکہ

''...........مسائل فقہیہ مذاہب اربعہ یعنی حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کی تحقیقات مذاہب صحابہؓ و تابعین اور اقوال جماعۃ فقہا محدثین سے لے کر فقہ حدیث کی بنیاد از سرِ نو قائم کی اسرار حدیث اور مصالح احکام کو ایسی عمدگی اور خوش اسلوبی سے بیان کیا کہ ان سے پیشتر کے مصنفین کو یہ بات کمتر نصیب ہوئی ہے۔ کتاب ''حجۃ اللہ البالغۃ'' ان کے اس کمال پر شاہد بیّن ہے۔ رسالہ ''انصاف فی بیان سبب الاختلاف'' اور عقید الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید'' میں اس امر کو نہایت وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ قرآن مجید اور احادیث صحیح کی موجودگی میں اقوال مستقشفین اور استبداد مقلدین کی کیا وقعت ہو سکتی ہے''(۶)۔

''عقد الجید'' ایک چھوٹا سا رسالہ ہے جو عربی زبان میں لکھا گیا ہے۔ جس کا نام خود بتا رہا ہے اس میں رسالہ ''انصاف''(۷) کی طرح اجتہاد و تقلید کے احکام نہایت تفصیل و توضیح کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ یہاں ''عقد الجید'' کے مباحث کی ایک فہرست مرتب کی جاتی ہے تا کہ بعد ازاں ان پر مربوط انداز سے گفتگو کرنا سہل ہو جائے۔

۱۔ اجتہاد کی تعریف	۲۔ ماخذ اجتہاد	۳۔ اجتہاد جاری ہے۔
۴۔ مجتہد کا اختلاف	۵۔ مجتہدین کا اختلاف	۶۔ امام بیضاوی کے اقوال پر محاکمہ
۷۔ شاہ ولی اللہ کی اپنی رائے	۸۔ شاہ ولی اللہ کا ایک اور علمی استدلال	
۹۔ مذاہب فقہ اربعہ اور شاہ ولی اللہ	۱۰۔ آدمی اپنی کوشش اور سعی کا مکلّف ہوتا ہے	
۱۱۔ فقہ حنفی اور شاہ ولی اللہ	۱۲۔ تقلید میں شاہ ولی اللہ کا مسلک اعتدال	

اجتہاد:

اجتہاد ہمیشہ کی طرح عہد حاضر میں اسلامی دنیا کا اہم ترین مسئلہ ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اجتہاد نہ صرف ایک شرعی ضرورت ہے بلکہ مسلمان قوم کی بیداری اور ترقی کا مفید ترین وسیلہ بھی ہے۔ اس کی اہمیت و افادیت اس کے لغوی اور اصطلاحی مفاہیم سے بھی عیاں ہے، اس کے مفہوم و معانی سے ایک ولولہ کا پیغام اور جوشِ عمل کی دعوت مترشح ہوتی ہے۔ یہ بات صبر و استقامت کی طرف بھی اشارہ کرتی ہے اور عزم و ہمت کے ساتھ جہد مسلسل کی بھی غماز ہے(۸)۔ ''المنجد'' میں لفظ ''جہد'' کے ذیل میں اجتہاد کی یہ شرح ملتی ہے۔ پوری کوشش کرنا، پوری طاقت لگا دینا(۹)۔ امام راغب نے الاجتہاد کے معانی کسی کام پر پوری طاقت صرف کرنے اور انتہائی مشقت اٹھانے پر طبیعت کو مجبور کرنا کے ہیں۔ اب ملاحظہ فرمائیے کہ شاہ ولی اللہ نے ''عقد الجید'' میں اجتہاد کے کیا معانی بیان کئے ہیں۔ ''شریعت کے فروعی احکام کو ان کی تفصیلی دلیلوں سے دریافت کرنے کے لئے پوری پوری کوشش کرنا اجتہاد کہلاتا ہے(۱۱)۔ اس وضاحت سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ شاہ صاحب نے اجتہاد کی معروف و مشہور مفہوم کو ہی اختیار کیا ہے۔ ایک اور دوسری ''حجۃ اللہ البالغۃ'' میں شاہ صاحب نے اجتہاد کا مفہوم بیان کیا ہے۔ یہاں شاہ صاحب کا انداز خالص علمی نظر آتا ہے۔

''مسائل مشکلہ میں سے یہ بھی ہے کہ احکام شرعیہ معلوم کرنے کے لئے قرآن وحدیث میں تتبع کرنے کے چند مراتب ہیں۔سب سے اعلیٰ مرتبہ یہ ہے اس کو بالفعل بالقوۃ قریبہ من الفعل اس قدر احکام کی معرفت حاصل ہو جس سے اکثر واقعات میں مستفتین کا جواب دے سکے۔اس طرح سے کہ اس کے جوابات اکثر ان مسائل سے جن میں کہ وہ توقف کرتا ہے اور اس معرفت کو اجتہاد کہتے ہیں''(۱۲)۔

ماخذ فقہ:

فقہ کا پہلا ماخذ قرآن کریم ہے اس پر مذاہب اسلامی کے تمام سنی اور شیعہ متفق ہیں۔قرآن مجید کے بعد اسلامی قانون کا دوسرا ماخذ حدیث اور سنت نبوی ہے اور حدیث دراصل قرآن ہی کا تتمہ ہے اور اس کی تفسیر ہے۔اسلامی قانون کی دو اور ماخذ اجماع وقیاس ہیں جو قرآن وحدیث ہی کی شاخیں ہیں۔یہ دونوں اصول جمہور فقہا کے نزدیک تو قابلِ قبول ہیں لیکن بعض فقہا انہیں تسلیم نہیں کرتے اور اگر کرتے ہیں تو بہت حزم واحتیاط کے ساتھ(۱۳)۔اصول فقہ کی کتابوں میں صراحتہً انہیں چار کا ذکر ملتا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ بعض ماخذ کو بعض میں داخل سمجھا گیا ہے۔اور اختصار کے طور پر صرف چار کا ذکر کیا گیا ہے(۱۴)۔ عقد الجید میں شاہ ولی اللہ نے انہی چار کا ذکر کیا ہے۔اجتہاد کی تعریف کے بالکل متصل فرماتے ہیں''ان تفصیلی دلیلوں کے امور کلّی کا مرجع یہ چار چیزیں ہیں۔قرآن مجید' سنت نبوی' اجماع' اور قیاس''(۱۵)۔

<u>اجتہاد جاری ہے:</u>

شاہ ولی اللہ مجتہدین یعنی اجتہاد کرنے والوں کے متعدد درجے قرار دیتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک درجے کے مجتہدین کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ ہر زمانے میں پائے جاتے ہیں۔غرض شاہ صاحب کسی نہ کسی شکل میں اجتہاد کو جاری مانتے ہیں(۱۶)۔ شاہ ولی اللہ کی فکر سے منسوب علماء کی بہت بڑی خصوصیت ان کا مسلک اعتدال ہے(۱۷)۔یہ حضرت نہ کبھی اپنی علمی ذمہ داریوں سے غافل رہے اور نہ انہوں نے اجتہاد کے دروازے کو مقفل کیا ہے۔البتہ جو شرائط فقہا متقدمین نے عائد کیں ہیں ان کا التزام ان سے ضرور رہا ہے۔اسی وجہ سے بعض لوگوں کو یہ گمان پیدا ہوا ہے کہ شاید اب فقہ واجتہاد کا دروازہ بند ہو گیا ہے۔لیکن حقیقت یہ ہے کہ فقہ اسلامی میں جمود نہیں ہے۔وہ الگ بات ہے کہ بعض لوگ اپنی مرضی کا فتویٰ نہ ملنے پر یہ کہنے لگیں کہ دین میں جمود طاری ہو گیا۔دورِ حاضر کے مفتی رفیع عثانی نے اسلامک فقہ اکیڈمی ہند کے دوسرے سیمینار ۱۹۹۴ء کی صدارتی تقریر میں فرمایا۔

''یہ تصور ہمارے بہت سے حلقوں میں اب بھی موجود ہے کہ اجتہاد کا دروازہ بند ہو گیا ہے' والد ماجد فرمایا کرتے تھے کہ اجتہاد کا دروازہ بند نہیں ہوا۔آج بھی بند نہیں ہوا اور آئندہ بھی بند نہیں ہوگا۔جہاں اس میں جو دروازے ہیں ان میں داخل ہونے کے لئے کچھ شرائط ہیں اس زمانے میں وہ شرائط افراد میں موجود نہیں رہے۔اسی واسطے سمجھا

جار ہا ہے کہ اجتہاد کا دروازہ بند ہو گیا(۱۹)۔

مجتہد کی شرائط:

ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن اسلامی فقہ پر بڑی گہری نظر رکھتے ہیں۔ آپ نے مسلم ممالک میں قانون سازی کی تاریخ مرتب کی ہے(۲۰)۔ جو پانچ جلدوں میں ''مجموعہ قوانین اسلام'' کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔ ڈاکٹر صاحب اپنے ایک مضمون میں فرماتے ہیں: (۲۱)۔

The door of Ijtihad is of course open. But the right of entry is restructed to those only who fullfilled are the islamic and essential conditions, both the term of acquiring religion knowledge practicing parts."

قاری محمد طیبؒ فرماتے ہیں کہ ''اجتہاد اور تقلید میں سے کوئی بھی دنیا سے منقطع نہیں ہوئے۔ یہ دونوں چیزیں شرعی ہیں۔ دین کا کمال و اتمام ان دونوں کے درجہ اعتدال پر مبنی ہے(۲۲)۔ قاری صاحب نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ''ملکہ اجتہاد وہبی ہے کسبی نہیں بعض اس کے اہل ہیں اور بعض نہیں(۲۳)۔ گویا آپ کا کہنا یہ ہے کہ اجتہاد آج بھی جاری ہے اور بعض لوگ اس کام کے کرنے کے اہل ہیں۔ اس طرح مولانا اشرف علی تھانوی فرماتے ہیں کہ ''جس شخص کو ''قوت اجتہادیہ'' حاصل نہ ہو اس کو اجتہاد کی اجازت نہیں اور ممکن ہے ایک شخص حافظ حدیث ہو اور مجتہد نہ ہو اس لئے کہ صرف جمع روایات سے قابل تقلید ہونا ضروری نہیں''(۲۴)۔ مولانا محمد علی کاندھلوی نے بھی اس بارے میں ایسی ہی بات کہی ہے:

''یہ بات ایک درجہ میں صحیح ہے کہ ایک شخص محدث ہو مگر فقیہ نہ ہو لیکن یہ ناممکن ہے کہ ایک شخص فقیہ ہو مگر محدث نہ ہو''(۲۵)۔

شاہ ولی اللہ نے ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں یہ سوال اٹھایا ہے کہ آدمی کو کب فتوی دینا چاہیے۔ محمد بن حسن کے حوالہ سے لکھا ہے ''جب خطا سے اس کا صواب زیادہ ہو اور جب سائل کے دلائل سے واقف ہو اور ہم عصروں سے مخالفت کے وقت مناظرہ کر سکے' نیز یہ کہ اجتہاد کی شرطوں میں سے ادنیٰ شرط کتاب مبسوط کو حفظ کرنا ہے(۲۶)۔ شاہ صاحب نے یہاں اجمالاً ذکر فرمایا ہے کہ اس کی کچھ تفصیل اپنے رسالہ ''عقد الجید'' میں بیان کی ہے۔

''قرآن و سنت میں جن امور کا تعلق احکام سے ہے ان کی معرفت رکھتا ہو(۲۷)۔ اجماع کے مواقع' قیاس کی شرائط' نظر کی کیفیت' عربی زبان' ناسخ و منسوخ اور راویوں کے حالات جاننا ایک مجتہد کیلئے ضروری ہے(۲۸)۔ شاہ ولی اللہ اجتہاد کے لئے علم الکلام اور فقہ کے لئے ضروری نہیں سمجھتے۔ البتہ امام غزالی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ ان کے زمانے میں فقہ کی ممارست و مشق سے اجتہاد کی استعداد حاصل ہوئی ہے اور اس زمانے میں سائل کو صحیح طرح سمجھنے کا یہی طریقہ ہے۔ البتہ صحابہؓ کے زمانے میں اس کی ضرورت نہ تھی(۲۹)

امام بغوی کے حوالہ سے شاہ ولی اللہ نے مزید لکھا ہے

''قرآن وسنت کا علم' علمائے سلف کے اقوال کا علم' ان اقوال کا بھی جن پر ان کا اجماع تھا اور ان کا بھی جن میں اختلاف تھا۔ لغت عربی کا علم' قیاس کا علم' جب کوئی عالم ان پانچوں اقسام علم میں سے ان کا بڑا حصہ جانتا ہوگا تو وہ اس وقت مجتہد ہوگا (۳۰)۔''

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس میں یہ شرط نہیں ہے کہ وہ سب علموں کو پوری طرح جانتا ہو اور ان کی کوئی چیز اس سے چھوٹی نہ ہو اور اگر وہ علوم کی ان پانچ اقسام میں سے کسی ایک سے بہرہ نہیں رکھتا تو اسکی راہ تقلید کی ہے۔ اجتہاد کی نہیں خواہ وہ شخص آئمہ سلف میں سے کسی امام کے فقہی مذہب میں کتنا ہی کامل وتبحر کیوں نہ ہو ایسے شخص کے لئے قاضی کا عہدہ قبول کرنا اور مسند افتاء پر بیٹھنا جائز نہیں (۳۱)۔

ڈاکٹر منیر احمد مغل نے شاہ ولی اللہ کے حوالہ سے انہیں شرائط کو بیان کیا ہے (۳۲)۔ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر نے بارہ شرائط بیان کی ہیں۔ اسلام وایمان' عدالت وتقویٰ' عربی زبان وادب' کتاب وسنت کا علم' اجماع واختلاف کے مواقع سے آگاہ ہو' قیاس کے اصولوں سے پوری طرح واقف ہو' احکام شریعت کے مقاصد اور حکمتوں سے واقف ہو' ناسخ ومنسوخ کا علم رکھتا ہو' فن اصول فقہ کا علم رکھتا ہو' نیز ان امور کے علاوہ حسن فہم اور اخلاص کو مجتہد کی شرائط واوصاف میں شمار کیا ہے (۳۳)۔

مفتی محمد جمیل احمد تھانوی نے مجتہد کے لئے 30 شرائط گنوائی ہیں۔ اور نہایت شرح وبسط سے ان شرائط کے حق میں احادیث سے استدلال کیا ہے (۳۴)۔ مولانا تھانوی والی ''قوت اجتہاد'' اس وقت حاصل ہوتی ہے جب ایک مجتہد ان اوصاف کا حامل ہوگا۔ لہٰذا یہ کہنا کچھ بے جا نہ ہوگا کہ یہ شرائط خاص طور پر جن کا ذکر مفتی محمد جمیل احمد تھانوی نے اپنے مقالہ میں کیا ہے۔ مولانا تھانوی کی ''قوت اجتہادیہ'' کی طرح ہے۔ آج ان شرائط کا فقدان ہے ہر شخص مجتہد بنا بیٹھا ہے اب اجتہاد کے لئے علم کی بھی ضرورت نہیں رہی (۳۵)۔

شاہ ولی اللہ کے رسالہ ''عقد الجید'' اور دور حاضر کے علماء کے افکار وخیالات سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاہ صاحب کے یہاں مجتہد کے لئے قدرے آسانی نظر آتی ہے کہ ایک مجتہد کے لئے قرآن وسنت' کے علوم کے علاوہ عربی زبان' ناسخ ومنسوخ اور راویوں کے حالات سے واقف ہونا ضروری ہے۔ فی زمانہ جن لوگوں کا گمان یہ ہے کہ اجتہاد کا شرعی معیار اسی قدر کڑا ہے کہ عملاً اجتہاد کی راہ رک گئی ہے اور اس کا دروازہ بند ہوگا ان کے لئے شاہ ولی اللہ جیسے مفکرین کے یہاں نرم گوشہ موجود ہے۔

مجتہدین کا اختلاف:

یہاں بنیادی سوال یہ ہے کہ کسی حکم کے بارے میں مجتہدین کے اختلاف کی نوعیت کیا ہے۔ شاہ ولی اللہ

فرماتے ہیں:

''ایسے فروعی مسائل جن میں حکم قطعی نہیں ہے اگر دو مجتہدین میں اختلاف ہو تو دونوں حکموں کو صحیح ماننے میں علماء میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا ان دونوں میں سے پھر ایک مجتہد اس مسئلے میں اپنی اپنی جگہ راہ صواب پر ہے یا ان میں سے ایک ہی صواب پر ہے جو لوگ دونوں کے صواب پر ہونے کے قائل ہیں۔ان میں شیخ ابوالحسن اشعری، قاضی ابوبکر، قاضی ابویوسف، امام محمد بن الحسن، ابن شریح نیز اشعری متکلمین کی ایک بڑی جماعت اور معتزلہ سے بھی ایسا ہی منقول ہے جبکہ دوسری رائے یعنی اختلاف حکم کی صورت میں دو مجتہدین میں سے صرف ایک صواب پر ہوگا اس کے قائل جمہور فقہاء ہیں اور چاروں ائمہ سے بھی یہی منقول ہیں (۳۶)

امام بیضاوی کے اقوال پر محاکمہ:

مجتہدین کے مذکورہ بالا اختلاف کے حوالہ شاہ صاحب نے امام بیضاویؒ کے اقوال پر بحث کی ہے۔''عقد الجید'' میں شاہ صاحب نے امام کے دو اقوال کو لیا ہے۔اول یہ کہ ''ہر ایک مسئلے میں ایک حکم معین ہوتا ہے۔جس کے حق میں کوئی قطعی یا ظنی دلیل ہوتی ہے۔اب اگر دونوں اجتہادی حکم درست نہیں تو یہ اجماع نقیضین ہوگا اس لئے یہ دونوں حکم ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔لیکن اس کے باوجود جو راہ صواب سے چوک جاتا ہے وہ گناہگار نہیں ہوتا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضورؐ نے فرمایا کہ جو مجتہد راہِ صواب پالے گا اس کے دو ثواب ہیں اور جو اس سے چوک گیا اس کے لئے صرف ایک ثواب ہے (۳۷)۔اس ضمن میں شاہ ولی اللہ نے امام بیضاوی کی معرفت کو بیان کرنے کے لئے امام شافعی کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ ''ہر واقعہ کے لئے ایک ہی حکم معین ہوتا ہے۔اس کی ایک علامت ہوتی ہے جو اسے پالیتا ہے وہ صواب پر ہوگا اور جو اس سے چوک جاتا ہے وہ غلطی پر ہوتا ہے اور گناہ گار نہیں ہوگا (۳۸)۔

شاہ ولی اللہ نے امام بیضاوی کا دوسرا قول یہ نقل کیا ہے۔''راہ صواب سے چوک جانے پر بھی اجتہاد کرنے والے کے گناہگار ہونے پر یہ اعتراض کیا گیا ہے۔کہ جب ہر مسئلے کا ایک ہی حکم معین ہے تو اس حکم کا جو مخالف ہوگا وہ قرآن کی آیت ''جو لوگ اللہ کے اتارے ہوئے فرمان کے مطابق حکم نہیں دیتے وہ فاسق ہیں (۳۹) کے مصداق ہوگا۔ مؤخر الذکر اس قول کا شاہ ولی اللہ نے دو جواب دیئے ہیں۔فرماتے ہیں'اسکا جواب ہم یہ دیتے ہیں کہ اس مجتہد نے جو راہ صواب سے چوک گیا اسی بات کا حکم دیا تھا جسے اس نے صحیح سمجھا تھا اگرچہ اس کا ہر حکم اللہ کے نازل کردہ فرمان کے مطابق نہ تھا (۴۰)۔دوسرا جواب یہ ہے بیضاوی نے اجتہاد میں غلطی کرنے والے کے گناہ گار نہ ہونے کی دلیل یہ دی ہے تو ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عبادت کے سلسلے میں ہمارے لئے یہ مقرر فرمادیا ہے کہ ہم اس پر کاربند رہیں جس تک ہمارا اجتہاد پہنچادے (۴۱)۔امام بیضاوی کے ایک اور قول پر شاہ صاحب محاکمہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں''مجتہدوں کے باہم دو مختلف اجتہادوں کا صواب پر ہونا اجتماع نقیضین ہے'' شاہ صاحب نے اس کا جواب یہ

دیا ہے:

''یہ اجتماع نقیضین نہیں ہے بلکہ اس کی صورت کفارہ کی ادائیگی کے متعدد طریقوں سے ہے کہ ان میں سے ہر ایک طریقہ واجب بھی ہے اور واجب نہیں بھی ہے (۴۲)۔ شاہ صاحب نے امام کے حوالہ سے جو حدیث نقل کی ہے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

''بیضاویؒ نے اس مضمون کو یہ جو حدیث نقل کی ہے کہ اگر مجتہد کا اجتہاد صواب پر تو اس کو دو ثواب ملیں گے۔ اگر غلطی پر ہوگا تو اس کو ایک ثواب ملے گا۔ میں اس بارے میں یہ کہتا ہوں کہ یہ نقلی دلیل تو ان کے خلاف جاتی ہے نہ کہ ان کے حق میں کیونکہ اس غلطی جو موجب ثواب ہو، وہ مصیبت گناہ نہیں ہوتی' چنانچہ یہ امر لازمی ہے کہ دونوں اجتہادی حکم اللہ تعالیٰ کے لئے ہوں اور ان میں ایک دوسرے سے افضل ہو جیسے کہ عزیمت اور رخصت کا معاملہ ہے'' (۴۳)

شاہ ولی اللہ کی اپنی رائے:

آپ کو یاد ہوگا کہ امام بیضاوی کا مؤقف زیر بحث میں یہ تھا کہ کسی حکم کے بارے میں دو مجتہدین اختلاف کی صورت میں ایک راہِ ثواب پہ ہوگا اور دوسرا غلطی پر تاہم وہ گناہ گار نہ ہوگا۔ شاہ صاحب اس کا جواب دینے کے بعد اپنا مسلک ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں۔

''اختلاف کی صورت میں بھی دونوں مجتہد برسر صواب ہوں گے بشرطیکہ نص اس کی اجازت بھی دیتی ہو' فرماتے ہیں'' حق یہ ہے کہ ائمہ اربعہ کی طرف یہ قول منسوب ہے کہ مجتہدین کے اجتہاد میں اگر اختلاف ہو تو ان میں سے صرف ایک ہی مجتہد صواب پر ہوگا وہ ان کی تصریحات سے استنباط کیا ہوا ہے ان کا بطور نص کے یہ قول نہیں ہے۔ اور یہ کہ ساری امت میں دونوں مجتہدوں کو (اختلاف اجتہاد کے باوجود) برسرِ صواب قرار دیتے ہیں کوئی اختلاف نہیں۔ بشرطیکہ مسئلہ ایسا ہو جس میں نص اور اجماع کی رو سے ایک سے زیادہ باتوں کا اختیار دیا گیا ہو' جیسا کہ قرآن کو سات قرأتوں میں پڑھنا' دعاؤں کو مختلف الفاظ میں مانگنا' سات نو یا گیارہ' وتر پڑھنا (۴۴)

شاہ ولی اللہ ایک اور علمی استدلال:

مسئلہ زیر بحث میں شاہ صاحب نے اختلاف اور اس کی اقسام کے حوالہ سے عمدہ استدلال کیا ہے۔ شاہ صاحب نے'' عقد الجید'' میں اختلاف کی چار اقسام بیان کی ہیں' یہ کہ اس میں حق قطعی اور معین ہو اس صورت میں جو چیز اس کے خلاف ہوگی اسے مسترد کر دینا ہوگا۔ کیونکہ یہ یقینی طور پر باطل ہوگی۔ اختلاف کی دوسری قسم یہ ہے کہ اس میں غالب رائے سے حق کا تعین ہوا۔ چنانچہ اس میں مخالف چیز غالب رائے سے باطل قرار پائے گی۔ تیسری یہ کہ اختلاف کے دو پہلوؤں میں سے کسی ایک کو اجتہاد کرنے کا حکم ہو اور چوتھی قسم یہ ہے کہ غالب رائے سے اختلاف کئے ہوئے میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے کا حکم ہو (۴۵)۔ اس کے بعد شاہ صاحب مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ'' اگر

کسی ایسی بات میں اختلافِ اجتہاد ہو جس کے متعدد احکام میں سے کسی ایک حکم کو لینے کا اختیار دیا گیا ہو جیسا کہ قرآں کی سات قرأتیں، دعاؤں کو مختلف کلمات سے مانگنا اور ایسے ہی وہ امور جنہیں رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کی سہولت کے لئے کسی طرح انجام دیا اور یہ سب کے سب ان امور کی جو اصل مصلحت تھی اس پر حاوی تھے تو اس معاملے میں دونوں اختلاف رکھنے والے مجتہد برسرِ صواب ہوں گے۔ یہ امر پوری طرح واضح ہے اور اس میں کسی کو تامل نہیں ہونا چاہیے۔

آدمی اپنی کوشش اور سعی کا مکلّف ہوتا ہے:

اور بہت سے اصول فقہ کا نتیجہ اختلاف ہوتا ہے، چونکہ اس اختلاف میں آدمی کی کوشش اور سعی کو دخل ہوتا ہے جیسا کہ قبل ازیں عرض کیا جا چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے مقرر فرما دیا ہے ہم اصل پر کاربند ہوں جس تک ہمارا اجتہاد ہمیں پہنچادے۔ شاہ ولی اللہ نے مسئلہ زیر بحث میں حضور کی ایک حدیث بیان کی ہے۔ ''بعض امور ایسے ہیں جن میں جس حکم کی طرف آدمی کی کوشش اور جستجو اسے لے جائے اسی کا اس کو مکلّف بنایا جاتا ہے۔ مثلاً جس دن رمضان کے روزوں کے بعد عید کے دن تم افطار کرتے ہو وہی تمہارا افطار کا دن ہے اور جس دن تم قربانیاں کرتے ہو وہی تمہارا قربانیوں کا دن ہے۔ شاہ صاحب الخطابی کے حوالہ سے ان کی تشریح کرتے ہیں کہ ایسے امور جن میں ان کے حکم تک پہنچنا اجتہاد پر منحصر ہو ان میں غلطی اور خطا معاف ہوتی ہے۔ مثلاً لوگوں نے عیدالفطر کا چاند دیکھنے کی بڑی کوششیں کیں لیکن ان کو تیس روزے پورے کرنے کے بعد ہی چاند نظر آیا بعد میں ان کو معلوم ہوا کہ رمضان کا مہینہ انتیس دن کا ہے۔ اس صورت میں ان پر کوئی گناہ یا عتاب نہ ہوگا اس طرح حج کے موقع پر اگر لوگوں سے عرفہ کے دن کے بارے میں غلطی ہو جائے تو انہیں دوبارہ حج کرنا نہیں پڑے گا اور جو مناسک حج وہ ادا کر چکے ہوں گے وہ کافی ہوں گے (۴۷)۔

مذاہب اربعہ اور شاہ ولی اللہ:

''عقیدالجید'' میں شاہ ولی اللہ نے مذہب اربعہ کو اختیار کرنے کی تاکید کرتے ہوئے اس کی تین حکمتیں بیان کی ہیں۔ اول یہ کہ تمام امت کا اس میں یہ اجماع ہے کہ وہ شریعت کو جاننے کے لئے سلف پر اعتماد کرتی ہیں، چنانچہ تابعین نے صحابہؓ پر اعتماد کیا۔ اور تبع تابعین نے تابعین پر اور یہ سلسلہ یونہی آگے بڑھتا گیا۔ یہاں تک کہ ائمہ اربعہ کا زمانہ آگیا اور فقہ اسلامی کی تشکیل و تدوین عمل میں آئی۔ اب چونکہ فقہ اربعہ کے مذاہب کے علاوہ اور کوئی مذہب ایسا نہیں ہے جو ان صفات کا حامل ہو اس لئے ان کو اختیار کرنا ضروری ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ چونکہ ان مذاہب کے علاوہ دیگر مذاہب فقہ مِٹ گئے ہیں اور پھر سوادِ اعظم بھی ان مذاہب پر مشتمل ہے۔ اسلئے ان کی پیروی کرنا چاہیے ان کی پیروی سوادِ اعظم کی پیروی ہے اور ان کے دائرے سے نکلنا گویا سوادِ اعظم نکلنا ہے (۴۸)۔

اور تیسری وجہ یہ ہے کہ جب بھی عرصہ گزر گیا اور امانت و دیانت نہ رہی اور ان حالات میں جو پیشہ قاضیوں اور اپنی خواہشات کے بندے مفتیوں میں سے جو علمائے سو تھے ان کے اقوال پر اعتماد کرنا جائز نہ رہا۔۔۔ چنانچہ جب ہم نے

علماء کو دیکھا کہ وہ مذہب سلف پر ثابت قدم ہیں تو ظن غالب یہ ہوا کہ وہ علمائے سلف کے اقوال سے جو تخریجات یا کتاب وسنت سے جو استنباط کریں ان میں ان کی تصدیق کی جائے گی اور جب ہم نے ان میں یہ بات نہ دیکھی تو پھر ان میں ان کے اقوال پر اعتماد کیسا(۴۹)۔

فقہ حنفی اور شاہ ولی اللہ:

اب سوال یہ ہے کہ مذاہب اربعہ میں شاہ صاحب کا رجحان کس طرف تھا اس ضمن میں احسن بات تو وہی ہے کہ شاہ صاحب تطبیق کے علمبردار ہیں لیکن آپ نے ''فیوض الحرمین'' میں اس طرف اشارہ کیا ہے کہ ''مذہب حنفی کو تمام مذاہب پر ایک ترجیح حاصل ہے اور بسا اوقات الہام اس میں مضبوط رہنے کا متمنی ہوتا ہے۔ جو اس پر عمل کے لئے ابھارتا ہے(۵۰)۔ غیر مقلدوں کے ایک معروف عالم دین مولانا اسمعیل سلفی نے بھی اپنی کتاب میں یہی لکھا ہے کہ آپ کا رجحان حنفیت کی طرف تھا۔

تقلید میں شاہ ولی اللہ کا مسلک اعتدال:

آپ نے مذکورہ بالا بحث میں ملاحظہ فرمایا کہ شاہ صاحب مذاہب اربعہ کو اختیار کرنے کی تلقین فرماتے ہیں پھر ان میں حنفی مذہب کی خصوصیت پر بھی اشارہ کرتے ہیں۔ لیکن جیسا کہ آپ شاہ صاحب کے علمی مذاق کا تقاضہ ہے۔ وہ کسی ایک مذہب کی جامد تقلید پر اصرار نہیں کرتے۔ بلکہ مذاہب اربعہ میں سے کسی ایک کی تقلید کی طرف مائل نظر آتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

''مذاہب اربعہ جو مدون ہو چکے ہیں اور تحریر میں آچکے ہیں تمام امت یا وہ لوگ جو اس امت میں قابل اعتبار ہیں سب اس زمانے میں ان کی تقلید کے جائز اور درست ہونے پر متفق ہیں اور اس تقلید میں بہت سی مصلحتیں ہیں جو مخفی نہیں ہیں۔ خاص کر اس زمانے میں لوگ نہایت ہی پست ہمت ہو گئے ہیں اور ان کے قلوب خواہش نفسانی سے پر ہو گئے ہیں اور ہر شخص اپنی اپنی رائے پر ناز کرنے لگا ہے(۵۱)''۔

حجۃ اللہ البالغہ میں شاہ صاحب نے ابن حزم کے قول پر تقلید حرام ہے اور کس کس کے لئے جائز نہیں ہے۔ ایک طویل تقریر فرمائی ہے اور پھر آخر میں اپنا مسلک ان الفاظ میں واضح کیا ہے۔

''مجتہد ہے وہ اجتہاد کرے اس کے لئے تقلید جائز نہیں اور جو مجتہد نہیں اس کے لئے تقلید جائز ہی نہیں ضروری ہے(۵۲)''۔

یہی ہے وہ مسلک اعتدال جس کی طرف شاہ صاحب نے اپنی کتابوں میں رہنمائی کی ہے اور بقول آپ کے ائمہ اربعہ نے بھی اپنے اپنے اصحاب کو اسی کی تلقین کی ہے۔ چنانچہ امام ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ وہ کہا کرتے تھے ''جو شخص میری دلیل نہیں جانتا اسے میرے کلام کی بنیاد پر فتویٰ نہیں دینا چاہیے اور جب وہ فتویٰ دیتے تھے تو لکھ دیتے

تھے کہ یہ نعمان بن ثابت کی رائے ہے اور جتنی ہم میں مقدرت تھی اس کے لحاظ سے یہ بہترین رائے ہے۔ جو شخص اس سے بہتر رائے پیش کرے وہ صواب کا مستحق ہے (۵۳)۔ امام مالکؒ کہا کرتے تھے کوئی ایسا نہیں ہے جو اپنی بات پر قابل مواخذہ نہ ہو اور اس کی بات اس کی طرف لوٹائی نہ جائے سوائے رسول اللہ ﷺ کے (۵۴)۔ امام شافعیؒ سے روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں جب کوئی صحیح حدیث مل جائے تو وہی میرا مذہب ہے (۵۵)۔ امام احمد بن حنبل کا قول نقل کرتے ہیں۔ وہ فرمایا کرتے تھے کسی کو خدا اور رسول کے مقابلے میں گفتگو کی اجازت نہیں نیز انہوں نے ایک شخص سے کہا: ہرگز تقلید نہ کرنا امام مالک کی اور نہ اوزاعی کی اور نہ نخعی کی اور نہ کسی اور کی تقلید کرنا۔ تم وہیں سے احکام اخذ کرو جہاں سے ان لوگوں نے اخذ کئے یعنی کتاب و سنت سے (۵۶)۔'' شاہ ولی اللہ نے اسی طرح کے اقوال دیگر ائمہ کے بارے میں بھی نقل کئے ہیں۔ آئمہ فقہ کے ان اقوال کا مطلب صرف یہ ہے کہ کسی امام کی بات کو قرآن وحدیث پر سبقت حاصل نہیں ہے۔ البتہ اگر آئمہ قرآن وحدیث کی روشنی میں مسائل کی شرح کرتے ہیں تو ان کی تقلید غیر مجتہد کے لئے ضروری ہوگی۔ ان اقوال سے شاہ صاحب کی مرام یہ ہوسکتی ہے کہ تقلید کے بارے میں جو تاثر عام ہے کہ کسی فرد واحد کی ہوتی ہے۔ بلکہ یہ بالواسطہ قرآن وحدیث ہی کی تقلید ہوتی ہے۔ اس ضمن میں مناسب اور صائب قول وہی ہے جو شاہ صاحب نے اوپر فرمایا ہے کہ مجتہد اجتہاد کرے جبکہ غیر مجتہد تقلید کرے۔

حواشی

* تصنیف شاہ ولی اللہؒ

۱۔ علامہ شبلی نعمانی۔ ''علم الکلام''، نفیس اکیڈیمی۔ کراچی، طبع سوم نومبر ۱۹۷۹ء، حصہ اول، ص ۸۷

۲۔ پروفیسر محمد سرور، ''ارمغان شاہ ولی اللہ'' ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، طبع دوم ۱۹۸۹ء ص

۳۔ مولانا حافظ محمد رحیم بخش ''حیات ولی''، مکتبہ السلفیہ، لاہور، ۱۵ مارچ ۱۹۵۵ء، ص ۴۸۶

۴۔ ''حیات ولی''، ص ۵۴۵ تا ۵۸۰

۵۔ مقدمہ حیات ولی

۶۔ ''حیات ولی''، ص ۴۹۰

۷۔ ''انصاف فی بیان سبب الاختلاف''

۸۔ ڈاکٹر ظہور احمد اظہر۔ ''مجتہد۔ اوصاف و شرائط (مضمون) مطبوعہ سہ ماہی ''منہاج'' لاہور کا اجتہاد نمبر جلد ۹، شمارہ ۱۰، جنوری ۱۹۸۳ء، ص ۱۴۵

۹۔ لوئیس معلوف ''المنجد'' تہذیب وترتیب جدید مولانا محمد شفیع' دارالاشاعت' کراچی' ص ۱۷۲

۱۰۔ امام راغب اصفہانی۔ ''مفردات القرآن'' شمس الحق' لاہور' سن ندارد' جلد اول ص ۱۹۹

۱۱۔ شاہ ولی اللہ' ''عقد الجید'' بحوالہ ارمغان شاہ ولی اللہ' ادارہ ثقافت اسلامیہ' لاہور' طبع دوم ۱۹۸۸ء ص ۱۶۸۔ اجتہاد کی مزید شرح کے لئے ملاحظہ ہو قاری محمد طیب کی کتاب ''اجتہاد اور تقلید'' ادارہ اسلامیات' لاہور' اشاعت اول جون ۱۹۷۸ء۔ ص ۱۲۔۸۳ نیز ملاحظہ ہو علامہ ابن منظور کی ''لسان العرب'' نشر ادب الجوزہ' قسم' ایران' محرم ۱۴۰۰ھ' الجلد ثالث' ص ۱۳۵۔ نیز اجتہاد کے وسیع تر مفاہیم کیلئے ملاحظہ فرمائیں ڈاکٹر خالد مسعود کا مقالہ' اقبال کا تصور اجتہاد' مطبوعات حرمت' راولپنڈی' ۱۹۸۵ء

۱۲۔ شاہ ولی اللہ' حجۃ اللہ البالغہ' نور محمد اصح المطابع آرام باغ' کراچی سن ندارد' حصہ اول' ص ۳۶۹

۱۳۔ پروفیسر صبحی محمصانی' فلسفہ شریعت اسلام' مترجم مولوی محمد احمد رضوی' مجلس ترقی ادب' لاہور' طبع ششم جون ۱۹۸۱ء ص ۱۴۵

۱۴۔ اسلامی فقہ کے بارہ میں ماخذ ہیں۔ مفصل بحث کے لئے ملاحظہ ہو مولانا محمد تقی امینی کی کتاب ''اسلامی فقہ کا تاریخی پس منظر'' قدیمی کتب خانہ آرام باغ' کراچی' اشاعت ستمبر ۱۹۹۱ء ص ۵۸

۱۵۔ ''عقد الجید'' بحوالہ ارمغان شاہ ولی اللہ' ص ۱۶۸

۱۶۔ ایضا ۱۷۔ قاری محمد طیب۔ مسلک علمائے دیوبند' دارالاشاعت کراچی' ۱۹۹۴ء ص ۲۱

۱۸۔ مفتی محمد جمیل احمد تھانوی'' اسلام میں اجتہاد'' سہ ماہی'' اجتہاد'' نمبر لاہور ص ۲۴۶

۱۹۔ مفتی محمد رفیع عثمانی' عصر حاضر کے تقاضے اور اجتہاد کی ضرورت'' ماہنامہ'' ترجمان القرآن'' لاہور جلد ۱۲' شمارہ ص ۴۴۔۴۵

۲۰۔ ملاحظہ ہو آپ کا مضمون ''مسلم ممالک میں اسلامی قانون سازی کی تحریکیں' ماہنامہ ''الحق'' اکوڑہ خٹک

۲۱۔ جلد ۱۲ 'شمارہ ۶ / مارچ ۱۹۷۷ء' ص ۱۶ تا ۲۳۔ ملاحظہ ہو آپ کا انگریزی مضمون "Ijtehad door is open" انگریزی ماہنامہ ''البنوریہ'' کراچی جون ۹۹ء ص ۲۷

۲۲۔ اجتہاد و تقلید' ص ۶۵

۲۳۔ ایضاً' ص ۶۵

۲۴۔ مولانا اشرف علی تھانوی' الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد' ادارہ اسلامیات' لاہور' اشاعت اول فروری ۱۹۸۵ء ص ۲۱

۲۵۔ مولانا محمد علی کاندھلوی'' امام اعظم اور علم الحدیث'' انجمن دار العلوم شہابیہ' سیالکوٹ' اشاعت اپریل ۱۹۸۱ء ص ۵۹

۲۶۔ حجۃ اللہ البالغہ' ص ۲۷۲

۲۷۔ اس شرط میں احکام کی کیا تفصیل ہو سکتی ہے۔ ملاحظہ ہو ڈاکٹر محمد طفیل ہاشمی کا مضمون قانون سازی کے قرآنی اصول' مشمولہ'' ترجمان القرآن'' شمارہ مئی جون جولائی ۱۹۹۷ء

۲۸۔ عقد الجید بحوالہ ارمغان شاہ ولی اللہ ص ۱۶۹

۲۹۔ ایضاً ۳۰۔ ایضاً ۳۱۔ ایضاً ص ۱۷۰

۳۲۔ اجتہاد اور مجتہد'' (مضمون) سہ ماہی مجلد ''منہاج'' لاہور کا اجتہاد نمبر ۱۵۸ تا ۱۶۵

۳۳۔ مجتہد کے اوصاف وشرائط (مضمون) سہ ماہی مجلّہ ''منہاج'' لاہور کا اجتہاد نمبر ۱۵۸۔۱۶۵

۳۴۔ اسلام میں اجتہاد (مضمون) سہ ماہی مجلد ''منہاج'' لاہور کا اجتہاد نمبر ۲۴۶ تا ۲۴۹

۳۵۔ مولانا اشرف علی تھانوی ''الافاضات الیومیہ'' اشرف المطابع تھانہ بھون حصہ اول سن ندارد ص ۱۵۰

۳۶۔ عقید الجید بحوالہ ارمغان شاہ ولی اللہ ص ۱۷۰

۳۷۔ عقد الجید بحوالہ ارمغان شاہ ولی اللہ ص ۱۷۰

۳۸۔ ایضاً

۳۹۔ سورۃ المائدہ آیت ۴۷

۴۰۔ ایضاً۔ ص ۱۷۲ ۴۱۔ ایضاً ۴۲۔ ایضاً ۴۳۔ ایضاً

۴۴۔ عقد الجید بحوالہ ارمغان شاہ ولی اللہ ص ۱۷۳

۴۵۔ ایضاً

۴۶۔ عقد الجید بحوالہ ارمغان شاہ ولی اللہ ص ۱۷۳

۴۷۔ ایضاً ص ۱۷۴ ۴۸۔ ایضاً ص ۱۷۵

۴۹۔ عقد الجید بحوالہ ارمغان شاہ ولی اللہ ص ۱۷۶

۵۰۔ شاہ ولی اللہ 'فیوض الحرمین' مدنی کتب خانہ لاہور بار اول ص ۹۵

۵۱۔ مولانا محمد اسماعیل سلفی ''تحریک آزادی فکر اور شاہ ولی اللہ کی تجدیدی مساعی'' مکتبہ نذیریہ چیچہ وطنی

۵۲۔ حجۃ اللہ البالغہ حصہ اول ص ۳۷۳

۵۳۔ عقد الجید بحوالہ ارمغان شاہ ولی اللہ ص ۱۷۶

نیز ملاحظہ ہو حجۃ اللہ البالغہ حصہ اول۔ ص ۳۷۰

۵۴۔ عقد الجید بحوالہ ارمغان شاہ ولی اللہ ص ص ۱۷۶

نیز ملاحظہ حجۃ اللہ البالغہ حصہ اول ص ۳۷۱

۵۵۔ ایضاً۔ نیز ملاحظہ ہو عقد الجید بحوالہ ارمغان ص ۱۷۶

۵۶۔ حجۃ اللہ البالغہ البالغہ۔ حصہ اول ص ۳۷۱

نیز ملاحظہ ہو عقد الجید بحوالہ ارمغان شاہ ولی اللہ ص ۱۷۷

ڈاکٹر ایم اجمل، انڈیا

مرد اور عورت کا کائنات میں کام اور مقام

سائنس کی ایک جدید تحقیق

(۱)　دنیا میں انسان کی آمد، انسان کا خالق سے رشتہ، انسان کا مخلوق سے رشتہ، انسان کا کائنات سے رشتہ، انسان کا انسان سے رشتہ مرد اور عورت کا کائنات میں کام و مقام یہ چند بہت اہم بنیادی سوالات رہے ہیں۔ جن کا جواب تاریخ کے ہر دور میں آسمانی ہدایت کے تحت بھی دیا گیا اور خالص فلسفیانہ اور عقلی جوابات بھی دیئے گئے۔ اسی طرح کے اہم ترین سوال یعنی اختلافِ مرد و زن و حیثیت مرد و زن پر حالیہ دور میں پھر اختلاف اور بحث چھڑی ہوئی ہے۔ ہوا یہ کہ ماہ جنوری میں ایک مباحثہ کے دوران دنیا کی 100 سب سے بہتر یونیورسٹیوں میں نمبر ایک کی یونیورسٹی ہارورڈ کے صدر لیری سمرس (Larry Summers) نے ایک سوال کے جواب میں یہ کہہ دیا کہ حساب اور انجینئرنگ جیسے مضامین میں خواتین کی کم نمائندگی کی وجہ حیاتیاتی اختلافات (جسمانی) ہو سکتے ہیں۔ یہ کہتے ہوئے انہوں نے دنیا کے مختلف ترقی یافتہ ممالک میں اس سلسلہ میں ہوئی ریسرچ کا حوالہ بھی دیا۔ امریکہ کی ایک تحقیق میں کیملا بینبو (Camilla Benbow) اور ڈیوڈ لیبنکی (Daid Lubinski) 20 سال تک ذہین طلباء کے ریکارڈ کے مطالعہ سے پتہ چلا کہ لڑکے حساب، سائنس اور انجینئرنگ میں بہتر صلاحیت دکھاتے ہیں اور لڑکیاں بائیولوجی، سماجیات اور عمرانیات میں زیادہ بہتر صلاحیت اور دلچسپی دکھاتی ہیں۔ جرمنی کی گین یونیورسٹی کے سائنسدان پیٹر ایکیمپل وغیرہ نے اس کی ایک امکانی وجہ زمانہ حمل میں نر جنین کا مردوں کے خاص ہارمون (Testosterone) سے زیادہ فیضیاب ہونا بتایا ہے جبکہ مادہ جنین کے ساتھ ایسا نہیں ہوتا۔ (وکاس سنگھ ٹائمز آف انڈیا 30/1/05) لیری سمرس کے اس علمی انکشاف کے بعد دنیا بھر میں اس موضوع پر بحث چھڑی ہوئی ہے۔ امریکہ کے اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ امریکی اسکولوں میں اساتذہ میں خواتین کی تعداد 35% ہے مگر حساب اور سائنس کے میدان میں یہ تعداد 20% رہ جاتی ہے۔ (ٹائمز آف انڈیا 28/1/05)

ایک اور تحقیق جو کہ 7/2/05 کو شائع ہوئی اس کے مطابق مردوں کا دماغ خواتین کے مقابلہ میں 4 گنا تیز ہوتا ہے۔ تحقیق کے مطابق مردوں کے دماغ کے خلیات Cells میں پیغامات کی ترسیل کی رفتار خواتین کی رفتار سے 4 گنا زیادہ ہوتی ہے۔ ٹورنٹو یونیورسٹی کے پروفیسر ایڈ اور فلپ ورنان اور یونیورسٹی آف ویسٹرن اونٹاریو کے اینڈریو جانسن نے اپنی تحقیقات کی روشنی میں بتایا کہ ہم نے 186 مرد طلباء اور 201 طالبات پر مختلف سائنسی تجربات سے

دونوں کے دماغی خلیات کی رفتار کار میں یہ فرق پایا۔ اس کی وجہ وہ یہ بتاتے ہیں کہ مردوں کے دماغی خلیات پر ایک حفاظتی مادہ مائیلین Myelin کی پرت خواتین کے خلیات کے مقابلہ میں زیادہ موٹی ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے ان خلیات کے درمیان اور آپس میں خواتین کے خلیات کے مقابلہ زیادہ سرعت سے پیغامات ارسال ہوتے ہیں۔

(۲) سائنسدانوں نے پایا کہ کسی شے کو دیکھنے کے بعد اس کی اطلاع کو آنکھ سے دماغ کے اُس حصے تک پہنچنے میں جہاں سے اسے یہ بتایا جاتا ہے کہ وہ کیا دیکھ رہا ہے جو وقت لگتا ہے وہ مدت خواتین میں زیادہ ہے۔

راجر ڈابسن اور آئبر ڈیل۔ سنڈے ٹائمز لندن بحوالہ 7/2/05 to 1 ان سائنسی انکشافات کے بعد ''جدیدیت'' اور ''سائنسی فکر'' کے حاملین نے عجیب غیر سائنسی اور اڑیل رویہ اپنایا ہے۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ یہ اختلاف یا فرق بناوٹ کا نہیں ماحول کا ہے۔ کیونکہ عرصہ دراز سے خواتین کی حق تلفی ہوتی رہی ہے انکو کمتر، کم عقل اور کمزور بتایا گیا ہے تو شاید انہوں نے بھی ایسا مان لیا ہے ورنہ اگر ان کو مردوں کے برابر مواقع ملیں تو وہ بھی کسی سے کم نہیں ہیں۔ وغیرہ

مگر مغرب کے ہی بڑے بڑے مفکرین اور محققین بھی کوئی ''دقیانوسی ملا'' تو نہیں ہیں اگر وہ تجربات کی روشنی میں کچھ رائے اور نتائج پیش کر رہے ہیں تو یا تو اسے مان لینا چاہیے یا اسے ردّ کرنے کے لئے علمی، عقلی، تاریخی دلائل لانے چاہئیں۔ ورنہ بقول پروفیسر اسٹیون پنکر (Steven Pinker) کے کہ کسی سائنسی رائے کو پیش کر دینے سے ہی اتنا مشتعل ہو جانا اور کوئی دلیل نہ دینا سچائی کو جارح بتانے جیسا ہے۔ پروفیسر موصوف اسی ہارورڈ یونیورسٹی میں علم النفسیات کے پروفیسر ہیں۔ انسانی سماج میں مرد اور عورت کی ذمہ داریاں، حقوق اور دائرہ کار کے بارے میں جو الٰہی رہنمائی ملتی ہے اس کے برخلاف جب بھی انسانوں نے چلنے کی کوشش کی تو یا تو عورت کو دیوی بنایا یا دیوداسی۔ مگر اس کو اس کا صحیح مقام، مرتبہ اور دائرہ کار نہیں دیا۔ اس حقیقت سے کیسے انکار ممکن ہے کہ مرد اور عورت دونوں کی بناوٹ، مزاج، رجحانات، اندرونی نظام اور ہارمون کا نظام اور ان کے افعال سب انتہائی مختلف ہیں۔ اب یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک جیسے ہی کاموں کے لئے اتنی الگ مخلوق بنائی جاتی؟ اگر مرد اور عورت دونوں ایک جیسے کام کر سکتے ہیں یا ایک جیسی ذمہ داریاں اٹھا سکتے ہیں تو دونوں میں اتنا واضح بدنی، ذہنی، نفسیاتی فرق کیوں ہے؟

عورتوں کو کمزور بتا کر ان پر ظلم کرنا کسی بھی الٰہی رہنمائی کے شایانِ شان نہیں ہے، جن طاقتوں نے عورتوں کی ترقی کے نام پر انہیں 24 گھنٹہ کام پر لگا دیا ہے۔ وہ ہی دراصل سب سے بڑے ظالم ہیں۔ ورنہ شریعت نے دونوں کو ان کے لئے موزوں دائرہ کار مختص کیا ہے۔ اسی لحاظ سے عائلی اور سماجی قوانین بنائے گئے ہیں۔ ترغیبات کے ذریعہ حسن سلوک کی تلقین کی گئی ہے۔ اس سے بڑھ کر کیا بات ہوگی کہ آخری خطبہ میں اور آخری وصیت میں حضور اکرم ﷺ نے عورتوں سے خصوصی بہتر برتاؤ کی تلقین کی۔ جن جدید و قدیم تہذیبوں نے اس تقسیم دائرہ کار کو نظر انداز کیا انہوں نے مرد و زن دونوں کے ساتھ ظلم کیا۔ سائنس جوں جوں ترقی کرے گی اور حقیقتوں سے پردہ اٹھائے گی اسلام کا چہرہ روشن سے روشن تر ہوتا جائے گا۔ باطل کا پروپیگنڈہ بیکار جائے گا۔

ڈاکٹر محمد عبدالعلی اچکزئی*

اسلام میں ستر پوشی کا حکم

ارشادِ خداوندی ہے: فلما ذاقا الشجرة بدت لهما سواتهما وطفقا يخصفن عليهما من ورق الجنة [۱]

''پھر جب چکھا ان دونوں نے درخت کو تو کھل گئیں ان پر شرمگاہیں ان کی' اور لگے جوڑنے اپنے اوپر بہشت کے پتے''

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین لکھتے ہیں:

کہ درخت میں سے کھانے سے قبل آدم وحوا کے جسم اس وقت تک لباس نور سے ڈھکے ہوئے تھے [۲] اور خود ان کے جسم کے قابلِ ستر حصے خود ان کی نظروں سے پوشیدہ تھے جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:

فوسوس لهما الشيطان ليبدى لهما ما ورى عنهما من سوء آتهما [۳]

''پھر بہکایا ان کو شیطان نے تا کہ کھول دے ان پر وہ چیز کہ ان کی نظر سے پوشیدہ تھی' ان کی شرمگاہوں سے''

مذکورہ آیات سے مفسرین اور فقہاء نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ ستر پوشی واجب ہے' جبکہ ستر کا ظاہر کرنا ایک برا عمل ہے اور ستر پوشی نہ صرف ایک شرعی حکم ہے بلکہ فطری تقاضا بھی ہے' جیسا کہ امام قرطبی لکھتے ہیں:

وفى الآية دليل على قبح كشف العورة وان الله اوجب عليها الستر ولذلك ابتدر الى سترهما [۴]

''اور اس آیت میں اس کی دلیل موجود ہے کہ ستر کا کھولنا برا ہے اور اللہ تعالیٰ نے دونوں پر پردہ کرنا واجب کیا تھا' اور اسی وجہ سے ان دونوں (آدم وحواء) نے اپنے ستر کو چھپانے میں جلدی کی''

امام رازی لکھتے ہیں: دلّت هذه الآية على ان كشف العورة من المنكرات وانه لم يزل مستهجنا فى الطباع مستقبحا فى العقول [۵]

''یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ ستر کھولنا منکرات میں سے ہے اور اسے ہمیشہ طبعی اور عقلی طور پر برا سمجھا جاتا ہے''

---

* اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اسلامیات' بلوچستان یونیورسٹی کوئٹہ

وھبۃ الزحیلی لکھتے ہیں:

ان اللہ اوجب ستر العورۃ ولذلک ابتدر آدم و حواء الی سترھما[۶]

''اللہ تعالیٰ نے ستر پوشی لازم قرار دیا ہے اس لئے حضرت آدم وحواء نے اپنے ستر کو چھپانے میں جلدی کی''

حد ستر کا بیان:

مرد وعورت کے جسم کے جن حصوں اور اعضاء کو باہم دیکھنے اور چھونے کی ممانعت بیان ہوئی ہے' اسے حد ستر کہا جاتا ہے' اس بارے میں جو فقہی تفصیل ہے وہ اس طرح ہے:

مرد کا ستر اس کے جسم کا وہ حصہ ہے جو زیر ناف سے گھٹنوں تک ہوتا ہے'[۷] اور گھٹنے بھی ستر میں داخل ہیں[۸] مرد کے جسم کے اس حصہ کو بلاضرورت دیکھنا نہ تو کسی مرد کے لئے جائز ہے اور نہ عورت کے لئے۔

جیسا کہ ارشاد نبویؐ ہے: لاینظر الرجل الی عورۃ الرجل ولا المراۃ الی عورۃ المراۃ[۹] ''کوئی مرد کسی دوسرے مرد کے ستر کی طرف نہ دیکھے' کوئی عورت کسی دوسری عورت کے ستر کی طرف نہ دیکھے''

ہاں اس مرد کی بیوی یا لونڈی اس حصہ کو دیکھ سکتی ہے' اگرچہ آداب زندگی اور شرم وحیا کا انتہائی درجہ یہی ہے کہ شوہر اور بیوی بھی آپس میں ایک دوسرے کا ستر نہ دیکھیں' جیسا کہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے:

مانظرت اور مارایت فرج رسول اللہ ﷺ[۱۰]

''میں نے رسول اللہ ﷺ کے ستر کی طرف کبھی نظر نہیں اٹھائی یا یہ فرمایا کہ میں نے آپ ﷺ کا ستر کبھی نہیں دیکھا''

بہرحال مرد کے جسم کے اس حصہ کے علاوہ بقیہ حصوں کو دیکھنا مرد کے لئے بھی جائز ہے اور عورت کے لئے بھی' بشرطیکہ عورت جنسی ہیجان سے مامون ہو' اگر عورت جنسی ہیجان سے مامون نہ ہو تو پھر وہ غیر مرد کے جسم کے کسی بھی حصہ کو مطلقاً نہ دیکھے۔

اسی طرح عورت کا حد ستر عورت کے حق میں اس کا جسم کا زیر ناف سے گھٹنوں تک کا حصہ ہے' لہذا عورت کا جسم کے اس حصہ کو بلاضرورت دیکھنا عورت کے لئے بھی جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ سنن ترمذی کی حدیث ابھی گزر چکی' جبکہ عورت کا حد ستر اجنبی مرد کے حق میں اس کا پورا جسم ہے' جیسا کہ ارشاد نبوی ہے:

المراۃ عورۃ فاذا اخرجت استشرفھا الشیطان[۱۱]

''عورت (سرتاپا) قابل ستر ہے' جب باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک جھانک میں رہتا ہے''

البتہ بعض فقہاء کے نزدیک عورت کا چہرہ' دونوں ہاتھ اور ایک روایت کے مطابق دونوں قدم ستر سے مستثنیٰ ہے[۱۲]

ان فقہاء کی دلیل یہ ارشاد خداوندی ہے:

ولا یبدین زینتھن الاما ظھر منھا (۱۳)

''اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو ظاہر ہے''

ماظھر سے مراد چہرہ اور دونوں کف (یعنی پہونچے سے نیچے نیچے ہتھیلیاں وغیرہ) ہیں (۱۴)

اور ایک دوسرے قول میں چہرہ اور کفین کے ساتھ قدموں کو بھی مستثنٰی قرار دیا گیا ہے (۱۵)

ان فقہاء کی دوسری دلیل وہ روایت ہے جسے ابوداؤد نے مرسلاً بیان کیا ہے کہ

ان المراۃ اذا بلغت المحیض لم یصلح لھا ان یری منھا الاھذا وھذا واشار الی وجہ و کفیہ (۱۶)

''لڑکی جب بالغہ ہو جائے تو سوائے اس کے چہرہ اور پہونچے تک ہاتھ کے اور کچھ دیکھنا درست نہیں''

لیکن جمہور فقہاء ومفسرین کے نزدیک عورت کا چہرہ اور دیگر اعضاء بھی ستر میں داخل ہیں اور سوائے شدید مجبوری کے ان اعضا کا دیکھنا جائز نہیں ہے، جیسا کہ قاضی بیضاوی لکھتے ہیں:

والاظھر ان ھذا فی الصلوۃ لافی النظر فان کل بدن الحرۃ عورۃ لایحل لغیر الزوج والمحرم النظر الی شی منھا الا لضرورۃ کالمعالجۃ وتحمل الشھادۃ (۱۷)

''زیادہ ظاہر یہ ہے کہ آیت میں (چہرہ اور کفین کا) جو استثنا کیا گیا ہے اس کا تعلق صرف نماز سے ہے، پردہ سے نہیں ہے' کیونکہ آزاد عورت کا سارا بدن واجب الستر ہے۔ سوائے شوہر اور محرم کے عورت کے بدن کا کوئی حصہ دیکھنا کسی مرد کے لئے جائز نہیں' ہاں! مجبوری ہو تو الگ بات ہے' جیسے بیماری کا علاج یا ادائے شہادت وغیرہ''

اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے قاضی ثناء اللہ پانی پتی لکھتے ہیں:

لاتبدوا المراۃ وجھھا لرجل اجنبی اذا شک منہ الشھوۃ والالکان تعرضا للفساد وزوال احتمال الشھوۃ من الرجل الاجنبی ذی الاربۃ للمراۃ الاجنبیۃ غیر متصور فیلزمنا القول بانہ لایجوز للمراۃ لحرّۃ ابداء وجھھا لرجل ذی اربۃ غیر الزوج والمحرم فان عامۃ محاسنھا فی وجھھا فخوف الفتنۃ فی النظر الی وجھھا اکثر منہ فی النظر الی سائر اعضائھا۔ (۱۸)

''اگر مرد کے اندر اجنبی عورت کا چہرہ دیکھ کر نفسانی ابھار کا شک ہو رہا ہو تو عورت اس کو اپنا چہرہ نہیں دکھا سکتی' اس سے فتنہ اور بگاڑ کی تخم کاری ہوگی اور چونکہ ہر اجنبی عورت کا چہرہ ہر جوان نامحرم مرد کے لئے نفسانیت میں ابھار پیدا

کرنے کا احتمال رکھتا ہے جو مرد اپنے اندر عورتوں کی طرف میلان کی صلاحیت رکھتا ہے، اجنبی عورت کا چہرہ دیکھ کر اس کے نفسانی میلان میں بیداری نہ ہونا ناقابل تصور ہے، اس لئے ہم کو کہنا پڑے گا کہ آزاد جوان عورت کے لئے اجنبی مرد سے چہرے کا پردہ رکھنا بھی لازم ہے بشرطیکہ مرد عورت کا شوہر اور محرم نہ ہو اور عورت کی طرف میلان کی اس میں صلاحیت ہو، حسن کا اصل سرچشمہ تو چہرہ ہی ہے، چہرے کو دیکھنے سے ہی فتنہ پیدا ہونے کا خطرہ بہت زیادہ ہے۔''

چہرہ کھلا رکھنے کا عدم جواز اس آیت سے بھی ثابت ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

قل لازواجک وبناتک ونساء المومنین یدنین علیھن من جلابیبھن[۱۹]

''اے پیغمبر! اپنی بیبیوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی چادریں اپنے اوپر اوڑھ لیا کریں''

اس آیت کی تفسیر میں علامہ جلال الدین محلّی لکھتے ہیں:

ای یرخین بعضھا علی الوجوہ اذا خرجن لحاجتھن الاعینا واحدۃ[۲۰]

''یعنی عورتیں اپنے چہروں کو چادر سے ڈھانک لیا کریں، جب وہ باہر نکلیں، صرف ایک آنکھ کھلی رہیں''

ابوحیان لکھتے ہیں:

و"علیھن" شامل لجمیع اجسادھن او علیھن علی وجوھھن لان الذی کان یبدو منھن فی الجاھلیۃ ھو الوجہ[۲۱]

''اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ (یدنین علیھن من جلابیبھن) عورتوں کے تمام بدن کو شامل ہے یا یہ قول (علیھن) سے مراد ان کے چہرے ہیں کیونکہ عہد جاہلیت میں جس چیز کا عورتیں پردہ نہیں کرتی تھیں وہ ان کے چہرے تھے''

علامہ جصاص لکھتے ہیں:

فی ھذہ الآیۃ دلالۃ علی ان المرأۃ الشابۃ ماموراۃ بستر وجھھا عن الاجنبین واظھار الستر والعفاف عند الخروج لئلا یطمع اھل الریب فیھن[۲۲]

''یہ آیت اس پر دلالت کرتی ہے کہ جوان عورت کو اجنبیوں سے اپنا چہرہ چھپانے کا حکم ہے اور اسے گھر سے نکلتے وقت ستر اور عفت مآبی کا اظہار کرنا چاہیے تاکہ مشتبہ سیرت و کردار کے لوگ اسے دیکھ کر کسی طمع میں مبتلا نہ ہوں''

اسی طرح علامہ زمخشری لکھتے ہیں:

یرخینھا علیھن ویغطین بھا وجوھھن و اعطافھن[۲۳]

''یعنی وہ اپنے اوپر اپنی چادروں کا ایک حصہ لٹکا لیا کریں اور اسے اپنے چہرے اور اپنے اطراف کو اچھی طرح ڈھانک لیں''

چہرہ کھلا رکھنے کے عدم جواز کے بارے میں مفسرین درج ذیل آیت سے بھی استدلال کرتے ہیں:

واذا سالتموھن متاعا فسئلوھن من وراء حجاب (۲۴)

''اور جب مانگنے جاؤ' بیبیوں سے کچھ چیز کام کی' تو مانگ لو پردے کے باہر سے''

اس آیت کی تفسیر میں علامہ صابونی لکھتے ہیں:

ولاشک ان الوجہ مما لایجوز النظر الیہ فھو اذا عورۃ' واستدلو بقولہ تعالی (واذا سالتموھن) الایۃ' فان الآیۃ صریحۃ فی عدم جواز النظر' والآیۃ وان کانت قدنزلت فی ازواج النبی ﷺ' فان الحکم یتناول غیرھن بطریق القیاس علیھن' والعلۃ ھی ان المراۃ کلھا عورۃ (۲۵)

''اور اس میں کوئی شک نہیں کہ چہرے کو دیکھنا جائز نہیں' کیونکہ یہ مقام ستر ہے' اور فقہاء نے اس آیت سے بھی استدلال کیا ہے۔ (الایۃ) کیونکہ یہ آیت عدم جواز نظر کے بارے میں صریح ہے' اور یہ آیت اگرچہ ازواج مطہرات کے بارے میں نازل ہوئی ہے' لیکن بطریق قیاس یہ حکم ان کے علاوہ دیگر عورتوں کے لئے بھی ثابت ہے اور علت یہ ہے کہ عورت کا تمام بدن مقام ستر ہے''

خلاصہ یہ کہ عورت کا تمام بدن مقام ستر ہے اور جن روایات کے مطابق عورت کا چہرہ' اس کے دونوں ہاتھ اور پیر اس میں داخل نہیں ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ چہرہ اور ہاتھوں کا ہر وقت پوشیدہ رکھنا عادۃً ناممکن ہے' گھر کے کام کاج بغیر منہ کھولے اور ہاتھ چلائے ممکن نہیں اور پھر اس آیت (ولایبدین زینتھن الالبعولتھن او ابائھن الی آخرہ) (۲۶) میں اس کی تصریح کر دی کہ عورت کو اپنی یہ زینت ظاہرہ (چہرہ اور دونوں ہاتھ) صرف اپنے محارم کے سامنے کھلا رکھنے کی اجازت ہے اس لئے یہ اعضا ستر میں داخل نہیں ہے' یا یہ مطلب ہے کہ کسی اجنبی عورت کے ان اعضاء کو دیکھنا غیر مرد کے لئے اس وقت جائز ہے کہ وہ مرد جنسی ہیجان سے مامون ہو' یا یہ مطلب ہے کہ ان اعضاء کا کسی خاص ضرورت کے وقت دیکھنا جائز ہوگا' اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ شہوت پرستوں کو بھی عورت کی طرف دیکھنا جائز ہو جائے بلکہ شوہر کے علاوہ شریعت نے جن محارم کے سامنے آنے کی عورت کو اجازت دی ہے اس میں بھی یہ شرط ہے کہ فتنہ کا اندیشہ نہ ہو۔ (۲۷)

ستر عورۃ کی ضرورت واہمیت:

ستر ڈھانکنا نہ صرف انسانیت کا فطری تقاضا ہے بلکہ شرعی حکم بھی ہے' جبکہ شیطان کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ انسانوں کو فواحش ومنکرات میں مبتلا کرے اور ننگا پہناوے کی ترغیب دے جیسا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

یبنی ادم لایفتننکم الشیطن کما اخرج ابویکم من الجنۃ ینزع عنھما

لباسھما لیریھما سوا تھما (۲۸)

''اے اولاد آدم! تمہیں شیطان ہرگز فتنہ میں نہ ڈال دے جیسا کہ اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے ایسی حالت میں نکالا کہ وہ ان کا لباس اتروا رہا تھا' تا کہ دکھادے ان دونوں کو ان کی شرمگاہیں''

اللہ تعالیٰ نے لباس کو اپنے بندوں کیلئے متعدد احسانات میں سے ایک احسان قرار دیا ہے' جیسا کہ ارشاد ہے:

یٰبنی آدم قد انزلنا علیکم لباسا یواری سوا تکم و ریشا (۲۹)

''اے اولاد آدم! ہم نے تمہارے لئے لباس پیدا کیا جو کہ تمہارے پردہ دار بدن کو بھی چھپاتا ہے اور موجب زینت بھی''

اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے مولانا عبدالماجد دریا آبادی لکھتے ہیں:

''آیت سے یہ حقیقت ظاہر ہو رہی ہے کہ لباس حجاب مقاصد شریعت میں سے ہیں' اور برہنگی و نیم برہنگی کا فلسفہ خواہ اس کی تبلیغ یورپ اور امریکہ میں ہو رہی ہو یا اس کی ترویج وحشی وغیر مہذب قوموں میں ہو بہرحال ایک شیطانی فلسفہ ہے'' (۳۰)

سید ابوالاعلیٰ مودودی ان آیات کی روشنی میں نکھر کر سامنے آنے والی حقیقتوں کو اس طرح بیان کرتے ہیں:

''اول یہ کہ لباس انسان کے لئے ایک مصنوعی چیز نہیں ہے بلکہ انسانی فطرت کا ایک اہم مطالبہ ہے' اللہ تعالیٰ نے انسان کے جسم پر حیوانات کی طرح کوئی پوشش پیدائشی طور پر نہیں رکھی بلکہ حیا اور شرم کا مادہ اس کی فطرت میں ودیعت کر دیا' اس نے انسان کے لئے اس کے اعضائے صنفی کو محض اعضائے صنفی ہی نہیں بلکہ ''سواۃ'' بھی بنایا جس کا معنی عربی زبان میں ایسی چیز کے ہیں جس کے اظہار کو آدمی قبیح سمجھے۔

پھر اس فطری شرم کے تقاضے کو پورا کرنے کے لئے اس نے کوئی بنا بنایا لباس انسان کو نہیں دے دیا' بلکہ اس کی فطرت پر لباس فراہم کرے' دوم یہ کہ اس فطری الہام کی رُو سے انسان کے لئے لباس کی اخلاقی ضرورت مقدم ہے' یعنی یہ کہ وہ اپنی ''سواۃ'' کو ڈھانکے اور اس کی طبعی ضرورت مؤخر ہے' یعنی یہ کہ اس کا لباس اس کے لئے ''ریش'' (جسم کی آرائش اور موسمی اثرات سے بدن کی حفاظت کا ذریعہ) ہو اس باب میں بھی فطرۃ انسان کا معاملہ حیوانات کے برعکس ہے' ان کے لئے پوشش کی اصلی غرض صرف اس کا ''ریش'' (جسم کی آرائش اور موسمی اثرات سے بدن کی حفاظت کا ذریعہ) ہو اس باب میں بھی فطرۃ انسان کا معاملہ حیوانات کے برعکس ہے' ان کے لئے پوشش کی اصلی غرض صرف اس کا ''ریش'' ہونا ہے۔ رہا اس کا ستر پوش ہونا تو ان کے اعضاء صنفی سرے سے ''سواۃ'' ہی نہیں ہیں کہ انہیں چھپانے کے لئے حیوانات کی جبلت میں کوئی داعیہ موجود ہوتا اور اس کا تقاضا پورا کرنے کے لئے ان کے اجسام پر کوئی لباس پیدا کیا جاتا' لیکن جب انسانوں نے شیطان کی رہنمائی قبول کی تو معاملہ پھر الٹ گیا' اس نے اپنے ان شاگردوں کو اس غلط فہم

میں ڈال دیا کہ تمہارے لئے لباس کی ضرورت بعینہ وہی ہے جو حیوانات کے لئے ریش کی ضرورت ہے، رہا اس کا ''سواۃ'' کو چھپانے والی چیز ہونا، تو یہ قطعاً کوئی اہمیت نہیں رکھتا بلکہ جس طرح حیوانات کے اعضاء ''سواۃ'' نہیں ہیں، اسی طرح تمہارے یہ اعضاء بھی ''سواۃ'' نہیں، محض اعضاء صنفی ہی ہے''[۳۱]

اسلام میں ستر کے ڈھانکنے کی اس قدر تاکید فرمائی ہے کہ تنہائی میں بھی ننگا رہنے کی اجازت نہیں۔

ارشاد نبوی ہے:

(احفظ عورتک الامن زوجتک او ماملکت یمینک' ...... قلت یا رسول الله فانکان احدنا خالیا قال فاالله احق ان یستحی منه من الناس)[۳۲] وفی روایة (فان معکم من لایفارقکم)[۳۶]

''تم اپنی عورت چھپائے رکھو، علاوہ اپنی بیوی یا اپنی لونڈی کے راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے بتائے کہ آدمی جب خلوت میں ہو تو کیا وہاں بھی اپنا ستر چھپائے رکھے، آپ ﷺ نے فرمایا، اللہ تعالیٰ لائق تر ہے کہ اس سے شرم کی جائے، اور ایک روایت میں ہے، کیونکہ تمہارے ساتھ ایسے افراد ہیں جو تم سے جدا نہیں ہوتے (یعنی فرشتے)

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے ایسی عورتوں کو دوزخ کی جماعت قرار دیا ہے جو کپڑے پہنے ہوئے بھی ننگی ہوں گی مردوں کو مائل کرنے والی۔ اور خود اُن کی طرف مائل ہونے والی ہوں گی۔[۳۷]

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے مولانا محمد عاشق الٰہی لکھتے ہیں:

''یعنی ایسے باریک کپڑے پہنے ہوئے ہوں گی جس سے کپڑے پہننے کا فائدہ نہ ہو، اور ایسا چست کپڑا جو بدن کی ساخت پر کس جائے، یہ بھی ایک طرح سے ننگا پن ہے، نیز بدن پر کپڑا ہوتے ہوئے ننگے ہونے کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ بدن پر صرف تھوڑا سا کپڑا ہو اور بدن کا بیشتر حصہ خصوصاً وہ اعضا کھلے رہیں جن کو باحیاء عورتیں چھپاتی ہیں''[۳۵]

حوالہ جات

۱۔ سورۃ الاعراف'۷:۲۲ ۲۔ عبدالماجد دریا آبادی' تفسیر ماجدی' کراچی' تاج کمپنی لمیٹڈ' ص:۳۲۷

۳۔ سورۃ الاعراف'۷'۲۰ ۴۔ ابی عبداللہ محمد بن احمد القرطبی' الجامع لاحکام القرآن' قاہرۃ' الکتب العربیہ' ۱۹۶۷' ۷:۱۸۱

۵۔ فخر الدین رازی' مفاتیح الغیب المعروف بہ تفسیر کبیر' استنبول' شرکت صحافیہ عثمانیہ' ۴:۲۸۳

۶۔ وھبۃ الزحیلی' التفسیر المنیر فی العقیدہ والشریعۃ والمنہج' دمشق' دار الفکر ۱۹۹۸' ۸:۱۶۶

۷۔ السنن للدار قطنی' لاہور' دار نشر الکتب الاسلامیۃ' کتاب الصلوۃ' باب حد العورۃ التی یجب سترھا' حدیث نمبر ۳' ۲۳۱)

۸۔ ایضاً حدیث نمبر ۴، ۱:۲۳۱

۹۔ سنن ترمذی، ابواب الادب، باب ماجاء فی کراھیۃ مباشرۃ الرجل الرجل والمراۃ، حدیث نمبر ۲۷۹۳

۱۰۔ سنن ابن ماجۃ، ابواب النکاح، باب الستر عند الجماع، حدیث نمب ۱۹۲۲

۱۱۔ سنن ترمذی، ابواب الرضاع، باب استشراف الشیطان المراۃ اذا خرجت، حدیث نمبر ۱۱۷۳

۱۲۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو: السید سابق، فقہ السنۃ پشاور، دار الکتب، ۱:۱۱۴، ۲۔ یوسف قرضاوی، الحلال والحرام فی الاسلام، المکتب الاسلامی، ۹۶۹ م، الباب الثالث، ص: ۱۵۰۔۱۵۴، ۳۔ عمر احمد عثمانی، فقہ القرآن، کراچی، ادارہ فکر اسلامی طبع دوم، ۱۹۸۶، ۳:۳۰۵۔۳۲۸

۱۳۔ سورۃ النور، ۲۴، ۳۱ ۱۴۔ ابن جریر طبری، تفسیر جامع البیان، بیروت، دار المعرفۃ، ۱۳۹۲ھ، ۱۷:۹۳

۱۵۔ سنن ترمذی، ابواب الصلوۃ، باب ماجاء لاتقبل صلوۃ المراۃ الحائض الا بخمار، حدیث نمبر، ۳۷۷

۱۶۔ سنن ابی داؤد، کتاب اللباس، باب فیما تبدی المراۃ من زینتھا، حدیث نمبر: ۴۱۰۴

۱۷۔ قاضی بیضاوی، تفسیر انوار التنزیل واسرار التاویل، مطبع لکھنوی، ۱۲۸۲ھ

۱۸۔ ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، دہلی، ندوۃ المصنفین، ۲: ۱۹۔ سورۃ الاحزاب، ۳۳:۵۹

۲۰۔ علامہ جلال الدین محلی، تفسیر جلالین، کراچی، اصح المطابع، ص: ۳۵۵

۲۱۔ محمد بن یوسف الشہیر بابی حیان، تفسیر البحر المحیط۔ بیروت، دار الفکر، الطبعۃ الثانیۃ، ۱۹۸۳

۲۲۔ ابی بکر احمد بن علی الرازی الجصاص، احکام القرآن، لاہور، سہیل اکیڈمی، ۱۹۹۱ء/۳:۳۷۲

۲۳۔ محمود بن عمر الزمخشری، الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل وعیون الاقاویل فی وجوہ التاویل، المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ، مصر، بار اول، ۱۳۴۴ھ، ۳:۲۴۶ ۲۴۔ سورۃ الاحزاب، ۳۳، ۵۳

۲۵۔ محمد علی الصابونی، روائع البیان بتفسیر آیات الاحکام، ایران، موسسۃ الوفاء، ۱۷۳ش ھ، ۲۔۱۵۶

۲۶۔ سورۃ النور، ۲۴، ۳۱

۲۷۔ اس بارے میں مزید تفصیلی دلائل جاننے کے لئے ملاحظہ ہو، صابونی، تفسیر آیات الاحکام ۲:۱۵۱۔۱۷۳، ۲۔ محمد ادریس کاندھلوی، تفسیر معارف القرآن، لاہور، مکتبہ عثمانیہ، بار دوم، ۱۹۸۲ء، ۵:۴۸۸۔۴۹۲

۲۸۔ سورۃ الاعراف۔ ۷:۲۷ ۲۹۔ سورۃ الاعراف، ۷:۲۶

۳۰۔ عبدالماجد دریا آبادی تفسیر ماجدی، کراچی، تاج کمپنی لمیٹڈ، ص ۳۲۸

۳۱۔ سید ابوالاعلیٰ مودودی: تفہیم القرآن، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، بار نوازدھم، ۱۹۸۵ء، ۲:۱۹، ۲۰

۳۲۔ سنن لابن ماجۃ، ابواب النکاح، باب التستر عند الجماع، حدیث نمبر ۱۹۲۰

۳۳۔ سنن لابن ماجۃ، ابواب الادب، باب ماجاء فی الاستتار عند الجماع، حدیث نمبر ۲۸۰۰

۳۴۔ الصحیح للمسلم، کتاب اللباس والزینۃ، باب النساء الکاسیات العاریات المائلات الممیلات، حدیث ۵۵۸۲

۳۵۔ مفتی محمد عاشق الٰہی۔ انوار البیان فی کشف اسرار القرآن، ملتان، ادارہ تالیفات اشرفیہ، ۱۹۹۷، ۳۔۴۰۸

ادارہ

الحق کے چالیس سال کی مناسبت سے نیا سلسلہ

(الحق کے اجراء کے موقع پر اکابرین امت کے تحسینی پیغامات)

حافظ الحدیث حضرت مولانا عبداللہ صاحب درخواستیؒ ' امیر جمعیت علماء اسلام خانپور	یہ الحق نام بھی عجیب سا ہے۔ جب آپ نے الحق نام رکھا ہے تو اب تو پھنس گئے کہ کسی حال میں حق کو نہ چھوڑیں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اسکے لکھنے والوں اور اس کے پڑھنے والوں کو حق کہنے' حق پر چلنے' اور حق پر رہنے کی توفیق دے۔ (دارالحدیث میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا)

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یوسف بنوریؒ مہتمم جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی:

برادر محترم وفقکم اللہ لک خیر وسعادۃ۔	السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گزشتہ ماہنامہ الحق میں آپ کے نگارشات پڑھ کر دل سے دعا نکلی اور بے حد مسرت ہوئی۔ اللہ کرے حسن رقم اور زیادہ۔ بس اب ضرورت اس کی ہے کہ جو کچھ لکھا جائے۔ مدح وثنا کے تصور وانتظار سے بالاتر رہنا چاہیے۔ جی چاہا کہ دل کی مسرت آپ تک پہنچا دوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اور آپ کو توفیق اور مزید توفیق اپنی مرضیات کی نصیب فرمادیں۔ مولانا عبدالحق صاحب کی خدمت میں سلام اخلاص عرض کر دیجئے۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ مفتی اعظم پاکستان مہتمم دارالعلوم کراچی	آپکے ماہنامہ الحق کی بشارت سے بے انتہا خوشی ہوئی کیونکہ وقت کی ضرورت ہے اسطرح اگر اپنی جماعت کے چند ماہنامے ہی ہو جاویں تو کچھ تو آواز ملک میں پہنچے گی اس کیلئے انشاء اللہ تعالیٰ اپنے ناچیز مضامین کا کوئی حصہ بھیجنے کا انشاء اللہ تعالیٰ انتظام کروں گا۔ الخ

(جلد ۱ ش ۱ ص ۵)

شیخ الحدیث حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانیؒ عظیم رہنما تحریک پاکستان	ماہنامہ ''الحق'' کے ارادہ اشاعت سے بے انتہا مسرت ہوئی۔ میں آج کل کراچی آیا ہوا ہوں' الحاد وتحریف اور تجدد کے خلاف علماء کو متحدہ مساعی سے مقابلہ کرنے کے لئے یہاں ''مجلس دعوت واصلاح'' کا افتتاح ہو رہا ہے۔ انشاء اللہ اس مجلس کی طرف سے جو ضروری مضامین شائع ہوں گے وہ آپ کے رسالہ کو بھیج دیئے جائیں گے۔

حضرت مولانا عبدالماجد دریابادیؒ۔ مدیر صدق جدید لکھنؤ	ہندوستان وپاکستان ملا کر رسالوں کی وہ بھرمار رہتی ہے کہ دل اکتا گیا ہے۔ صرف چند ایسے ہیں جنہیں خوشی سے کھولتا' پڑھتا ہوں۔ پسند آنے پر لشتم پشتم ایک

نظر ڈال لیتا ہوں۔ محض تجربہ کیلئے کھولنا پڑا تو دل لگ گیا۔ ماشاء اللہ مولانا شمس الحق کا مضمون خوب ہے۔ بارک اللہ اور بھی دو ایک مضمون اچھے ہیں۔ لکھنؤ دفتر کو تبادلہ کیلئے لکھ رہا ہوں۔ صدق انشاء اللہ اس ہفتہ سے پہنچا کریگا۔ میرا ذاتی پتہ دریابادی کا ہے۔ (ایک مکتوب سے اقتباس۔ مورخہ ۲۹ر اپریل ۱۹۶۶)

حضرت مجاہد ملت مولانا غلام غوث صاحب ہزارویؒ ناظم عمومی جمعیۃ العلماء اسلام پاکستان

الحق حق کی آواز ہے' اللہ تعالیٰ اعلاء کلمۃ اللہ' احیاء سنت' خدمت دین' نصح مسلمین' اور تنظیم امت کی توفیق عطا فرمائیں۔ پہلا پرچہ نظر سے گزرا' دیکھ کر دل خوش ہوا۔ اہل باطل نے ہمیشہ سے اپنے رسالوں ہی کے ذریعہ لوگوں کو گمراہ کیا ہے۔ اس طرح کے مفاسد کا علاج بھی اسی قسم کے ہتھیاروں سے کیا جا سکتا ہے۔ دارالعلوم حقانیہ جو صوبہ سرحد میں پہلی بڑی دینی درسگاہ ہے اور جو بیسیوں عربی مدارس کے قیام کا سبب بنا۔ اس کا ایک ترجمان ہونا ضروری ہے جو اپنے درجہ اور شان کے مطابق دین قیم کی خدمت کرے۔ الحمد للہ تعالیٰ کہ اب یہ ضرورت پوری ہوگئی۔ جمعیت علماء اسلام کی ہمدردیاں اس کے ساتھ ہیں۔ میں ذاتی طور پر ناکارہ ہوں لیکن حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہٗ کے ارشادات کی تعمیل میں خوشی محسوس کروں گا۔

حضرت مولانا عبیداللہ انورؒ۔ امیر انجمن خدام الدین لاہور۔ جس طرح دارالعلوم حقانیہ پاکستان میں ہمارے لئے دارالعلوم دیوبند کی طرح قبلہ علم ہے اسی طرح بحمد للہ اب ماہنامہ الحق ہندوستان کے معارف اور برہان کی کمی کو پورا کردیگا۔ میں دعا کرتا ہوں کہ الحق عظمتِ اسلام کا علمبردار اور قرآن وسنت کی اشاعت اور دعوت کا بہترین ذریعہ ثابت ہو۔ (دارالحدیث میں خطاب کرتے ہوئے فرمایا۔ ۷رمئی ۱۹۶۶ء بروز ہفتہ)

حضرت مولانا محمد اشرف معروف اسلامی سکالر' پیر طریقت' پروفیسر شعبہ عربی اسلامیہ کالج پشاور:

آپ حضرات کا ''الحق'' کے نام سے مجلّہ نکالنے کا ارادہ مبارک وقابل ستائش ہے' ضرورت ہے کہ باطل کے مقابلہ میں اہل حق اپنی حق کی آواز کو پوری ہمت وحکمت' دلآویزی ودلنشینی کے ساتھ پیش کریں۔ فقیر اپنی گوناگوں مصروفیات اور کوتاہیوں و نابکاریوں کے باوجود خدمت سے انشاء اللہ گریز نہیں کرے گا۔ دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ اپنی خصوصی توفیقات سے قلم کو حق کے لئے پیہم رواں دواں فرماوے۔ اور اسے اپنے قرب و رضا اور دین کے احیاء کا ذریعہ بنادے۔ آمین

حضرت مولانا عبدالستار خان آغا خان صاحب مجددی سندھیؒ

ازٹنڈو سائنداد۔۔۔ڈاکخانہ ٹنڈو محمد خان

فضائل پناہ حقائق آگاہ جناب مولوی عبدالکریم صاحب زید مجدہٗ　　　اما بعد الحمد والصلوٰۃ وتبلیغ الدعوات مخفی مباد کہ ورقیقہ انیقہ ایشاں مورخہ ۱۵ محرم ۱۳۸۳ھ رسید از مضامین مندرجہ آگہی یافتم وموافق ارای اکابر اہل السنۃ والجماعۃ شکر اللہ

تعالیٰ سعیہم دانستم والعلم عند اللہ سبحانہٗ حق سبحانہٗ وتعالیٰ مارا وشمارا ظاہرا و باطنا بر جادۂ شریعت مصطفویہ علیہ الصلوۃ والسلام استقامت عطا فرماید واز شر نفس امارہ، ومکائد شیطان نجات بخشد وتوفیق آں کار دہد کہ خودش بآں رضامند گردد۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔ وجہ تاخیر جواب خط نا اعتدالی طبعم بود۔

احقر عبدالستار عفی عنہ

معاصر اخبارات ورسائل کی نگاہ میں
ماہنامہ الحق کی قدر ومنزلت اور پذیرائی

<u>روزنامہ جنگ راولپنڈی</u>

ماہنامہ الحق، سالانہ چندہ چھ روپے، فی پرچہ پچاس پیسے۔ دفتر ماہنامہ الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک (ضلع پشاور) کے دارالعلوم حقانیہ کے اکابر کی نگاہ میں مرکز علوم دینیہ دارالعلوم دیوبند (بھارت) کا پاکستان میں قائم مقام ہونے کا شرف حاصل ہے۔ اس دارالعلوم کے چلانے کا سہرا حضرت مولانا مولوی عبدالحق صاحب مدظلہم کے سر ہے۔ جو نہ صرف یہ کہ خود اپنی ذات میں ایک انسائیکلو پیڈیا ہیں بلکہ مجسم علم وعمل ہیں۔ علماء دیوبند کی نگاہ میں ان کا شمار بڑوں میں ہوتا ہے۔ حضرت مولانا عبدالحق صاحب کے جواں سال صاحبزادہ مولانا سمیع الحق صاحب کی ادارت میں تبلیغ حق اور نشر واشاعت علوم اسلامیہ کی غرض سے یہ ماہنامہ پابندی کے ساتھ چل رہا ہے۔ جنوری ۱۹۶۶ء سے جون ۱۹۶۶ء تک کے تمام شمارے سامنے ہیں۔ ہر شمارہ کو دیکھنے کے بعد بے پڑھے رکھنے کو جی نہیں چاہتا۔ مضامین کی ترتیب اور چناؤ نہایت سلیقہ مندی سے کیا گیا ہے۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ، حضرت مولانا تھانویؒ حضرت قاری محمد طیب، حضرت مولانا شمس الحق افغانی، حضرت مولانا عبدالحق، حضرت مولانا حفظ الرحمان سیوہارویؒ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، شیخ مصطفیٰ السباعیؒ حضرت شیخ اکبرؒ مولانا عبداللہ درخواستی، حضرت امام العصر مولانا انور شاہ کشمیریؒ، حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ اور قاری سعید الرحمان وغیرہم کے اسماء گرامی سے ہی مضامین کو پختگی اور بلندی کا انکار ممکن نہیں۔ الحق کو ایک دفعہ شروع کرنے کے بعد چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ اور مضامین کی عمدگی کے سبب بار بار پڑھنے سے بھی انسان کوفت محسوس نہیں کرتا، کیا ہی اچھا ہو اگر مولانا سمیع الحق صاحب اس ماہنامہ میں فقہی مسائل وفتاویٰ پر مشتمل ایک مستقل باب کا اضافہ کر دیں۔ اور اس میں دارالعلوم حقانیہ کے دارالافتاء کے فتاویٰ مستقل شائع فرما دیں۔ اللہ کرے کہ ہماری یہ بات شرف قبولیت حاصل کر پائے۔ آمین۔ ہم اس رسالہ کی خریداری کے لئے ہر دین پسند کو سفارش کرتے ہیں، ہماری نگاہ میں اس رسالہ کا باقاعدہ مطالعہ عالم، عامل بنانے میں حد درجہ معاون ومددگار ثابت ہوگا۔ (حافظ ریاض احمد اشرفی

روزنامہ جنگ راولپنڈی ۲۶ جون ۶۶ء)

مولانا کوثر نیازیؒ ہفت روزہ شہاب لاہور:

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پاکستان کی مشہور ومعروف دینی درسگاہ ہے اور تقریباً اٹھارہ سال سے تشنگانِ علم و معرفت اس سرچشمہ انوار سے اپنی روحانی پیاس بجھا رہے ہیں۔ دارالعلوم کے مہتمم صاحب شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق مدظلہٗ اس وقت خدا کے فضل وکرم سے ہمارے گنتی کے چند اکابر علماء میں سے ایک ہیں۔ اور اپنے علم وفضل خلوص وللہیت کے اعتبار سے اہل دین انہیں مغتنماتِ زمانہ میں شمار کرتے ہیں۔ ''ماہنامہ الحق'' اس دارالعلوم سے انہیں عالم ربانی کے سرپرستی میں نکلا ہے۔ اور حق یہ ہے کہ بڑی آن بان سے نکلا ہے۔ اہل مذہب کے بارے میں عام طور پر یہی سمجھا جاتا ہے کہ یہ لوگ نفاست اور ذوق جمال سے عاری اور جدید طباعت کے حسن کے قدردان نہیں ہوتے، خوشی ہے کہ الحق نے اس مفروضہ کی اپنے علم سے تردید کردی ہے جس میں اکابر سلف کے نوادرات کی جھلکیاں اور جدید مسائل پر دورِ حاضر کے متبحر علماء کے تبرکات بھی شامل ہیں اور دوسری طرف ظاہری۔ جو سفید کاغذ اور طباعت کے اعلیٰ معیار سے عبارت ہے۔ اب تک اس نوزائیدہ جریدہ کے پانچ سات شمارے ہماری نظر سے گزرے ہیں جن میں علمی و دینی نقطہ نظر سے نہایت بیش قیمت موادِ مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ ہم حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ کی خدمت میں ''الحق'' کے اجراء پر ہدیہ تبریک پیش کرتے ہیں اور قارئین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ نہایت گرمجوشی سے اس جریدہ کا استقبال کریں۔ (یکم مئی ۱۹۶۶)

ہفت روزہ صدق جدید۔ لکھنؤ:

الحق سرپرست شیخ الحدیث مولانا عبدالحق۔ ۶۴ صفحات قیمت سالانہ چھ روپے۔ فی پرچہ پچاس پیسے۔

ایک دینی درسگاہ کا دینی وعلمی ماہنامہ جو مذہبی ہونے کے باوجود خشک اور نرا مولویانہ نہیں۔ خاصہ دلچسپ شگفتہ اور پُر معلومات ہے۔ پیش نظر نمبر (ذی الحجہ۔ اپریل) میں مولانا شمس الحق حقانی (افغانی) کا ضرورت دین پر خاص طور پر مغز نظر آیا۔ (مولانا عبدالماجد دریا آبادی۔ صدق ۳ رجون صفحہ ۶)

روزنامہ ''الجمعیۃ'' دہلی:

ہندوستان کا قدیم اور مشہور اخبار اور جمعیت العلماء ہند کا ترجمان روزنامہ ''الجمعیۃ'' دہلی اپنے سنڈے ایڈیشن مجریہ ۴ ستمبر صفحہ ۶ پر رقمطراز ہے:

''حضرت مولانا عبدالحق صاحب اور ان کے رفقاء مستحق مبارکباد ہیں کہ جس طرح یہ حضرات اکوڑہ خٹک پشاور میں دارالعلوم حقانیہ جیسا علمی مرکز قائم کرکے سینکڑوں تشنہ لبوں کو علم مولیٰ کے آبِ حیات سے سرشار کررہے ہیں جس طرح وعظ وتذکیر کے ذریعہ حفاظتِ دین اور اشاعت علوم نبوت کا فرض انجام دے رہے ہیں۔ ایسے ہی اپنی تصنیفی

اور صحافی صلاحیتوں کے ذریعہ بھی اشاعتِ علم اور افاضہ و افادہ کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ ''ماہنامہ الحق'' ان حضرات کے اس ہمہ گیر جذبہ کی متحرک تصویر ہے' اس رسالہ کے چند نمبروں کے مطالعہ کا موقع ملا' بیشک یہ رسالہ دورِ حاضر کے مطلق العنان جدت پسندوں کے لئے کوئی جاذبیت نہیں رکھتا۔ لیکن امت خیر الوریٰ ﷺ کے جن اصلاح پسندوں اور سچے ہمدردوں کی فرمائش پورا عالمِ انسانیت سے یہ ہے۔ ع　لوٹ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو۔ ان کے لئے یہ رسالہ تسکین حیات ہے' جو علمی جواہر پاروں سے آراستہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ علم دوست حضرات کو توفیق بخشے کہ وہ اس کی پوری پوری قدر کریں' سالانہ چندہ چھ روپے' غیر ممالک سے ۱۶ شلنگ۔

برصغیر کی سب سے بڑی دینی یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند کا آرگن ماہنامہ دارالعلوم ستمبر (ستمبر ۱۹۶۶) کے شمارہ میں رقمطراز ہے:

''رسالہ الحق مغربی پاکستان کی مشہور دینی درسگاہ دارالعلوم حقانیہ کا علمی' دینی ترجمان ہے' جس نے متنوع مضامین' جدتِ ترتیب' حسن کتابت وطباعت اور اپنے اعلیٰ نظریات کے لحاظ سے اپنا نیا معیار قائم کیا ہے۔ پاکستان اس وقت اردو صحافت کا سب سے بڑا مرکز ہے۔ اور وہاں سے ایسے علمی' دینی' ادبی اور فنی رسائل واخبارات بڑی کثرت سے شائع ہو رہے ہیں جو اپنے ٹھوس مضامین اور ظاہری آرائش ترتیب میں اپنی مثال آپ ہیں' لیکن ان رسائل و جرائد میں الحق کا بھی ایک خاص مقام ہے' ہمارے بزرگ مولانا عبدالحق صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم حقانیہ کے فرزند گرامی مولانا سمیع الحق صاحب نے الحق کے اجراء اور اس کی ادارت سے صحافت وادب کے میدان میں اپنی خاص صلاحیتوں کا اظہار کیا ہے۔ ہم اس ہونہار جریدہ کی طوالتِ عمر اور شاندار مستقبل کے خواہاں اور اہلِ ذوق سے اس کی خریداری اور اعانت کی پُرزور سفارش کریں گے۔ حلقہ اہل علم نے ایسے جرائد کی حوصلہ افزائی کی تو انشاء اللہ پاکستان میں دینی نظریات اور اقدارِ اسلامی کو بڑی مدد ملے گی۔''

ہفت روزہ الاعتصام لاہور

زیر تبصرہ پرچہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی و دینی مجلّہ' دیوبندی مکتب فکر کا حامل ہے۔ زیر سرپرستی شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب بانی ومہتمم دارالعلوم حقانیہ شائع ہو رہا ہے۔ ہمارے سامنے اس وقت مئی ۱۹۶۶ء کا شمارہ ہے جو ظاہری و باطنی خوبیوں کا مرقع ہے۔ پرچے میں مندرجہ ذیل عنوانات پر مختلف اہلِ علم کے رشحات فکر بکھرے ہوئے ہیں۔ نقشِ آغاز' مقالات' تاثرات' ہمارے اسلاف' یادِ رفتگاں' تاریخ وسیر' ادبیات' تنقید ومحاسبہ وغیرہ۔ نقشِ آغاز میں مولانا سمیع الحق صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ مسلمان من حیث القوم ''حیا'' سے دستبردار ہو چکی ہے۔ جس کا نمونہ صدر لیوشاؤچی کے استقبال کے وقت مسلمان لڑکیوں کا سڑکوں پر بے پردہ رقص وسرود اور ناچ گانوں کی شکل میں سامنے آیا۔ دوسرے شذرے میں مغربی پاکستان کے بچوں کی بہبود کونسل کی چیئرمین بیگم وقار النساء کے بیان پر تنقید کی

ہے۔ کہ کونسل عنقریب ''بن باپ'' بچوں کو پالنے کے لئے ایک پرورش گاہ قائم کرے گی۔ اس کا آخری فقرہ ملاحظہ فرمایئے: سبحان اللہ تاریخ پاکستان کا بدترین المیہ اور شرمناک باب' حلال پیداوار کو تو آنے سے پہلے روک دو اور حرام پیداوار کی کفالت وتربیت کے لئے پرورش گاہیں اور مراکز قائم کرو۔ بانی دارالعلوم مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ کا مقام شہادت کے عنوان سے ایک قیمتی مقالہ ہے جس میں آپ نے شہادت کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے اور بتایا ہے کہ صحابہ کرامؓ میں شہادت کا شوق کس قدر تھا۔ اسلامی معاشیات کے نام سے مولانا حفظ الرحمان سیوہارویؒ کا ایک مضمون اسلام کے اقتصادی نظام سے شامل اشاعت کیا گیا ہے۔ جس میں قمار' سٹہ' احتکار سٹہ پر دینی نقطۂ نظر سے بحث کی گئی ہے۔

ادارہ الحق کے رفیق اعزازی مولانا حکیم محمود احمد ظفر سیالکوٹی کا ایک مضمون اسلام کا تصور نبوت' بھی شامل ہے' علاوہ ازیں مسائل علمیہ اور تلخیص وتراجم کے لئے بھی بعض صفحات وقف کئے ہوئے ہیں۔ شیخ مصطفیٰ سباعی کے مضمون کا ترجمہ بعنوان ''دیارِ محبوب کا ایک سفر'' ادارہ الحق کی طرف سے دیا گیا ہے۔ افکار وتاثرات کے نام سے قارئین کے خیالات کو پیش کیا گیا ہے۔ پہلا خط مولانا عبدالرزاق صاحب سنگین کا ہے جس میں حکومتِ پاکستان کو اس بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ ریڈیو سے پرویز کے درسِ قرآن کا فیصلہ نامسعود ہے۔ اسلامی دنیا کا تعارف بھی اس پرچے میں نہایت قیمتی معلوم ہوتا ہے غرضیکہ پرچے میں تنوع اور محنت نمایاں نظر آتی ہے۔

<u>پروفیسر محمد سرور' ماہنامہ الرحیم' حیدرآباد:</u>

الحق دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا علمی ودینی ترجمان ہے۔ جو اکوڑہ خٹک (ضلع پشاور) سے شیخ الحدیث مولانا عبدالحق بانی ومہتمم دارالعلوم حقانیہ کی زیرسرپرستی شائع ہوتا ہے۔ اس وقت ماہنامہ الحق کی جلد نمبر ۱ کا چوتھا اور پانچواں شمارہ ہمارے پیش نظر ہے۔ الحق کی سب سے پہلی چیز جو قاری کو اپنی طرف متوجہ کرتی ہے' وہ اس کی اچھی کتابت وطباعت اور اس کا بڑی خوش سلیقگی سے مرتب کرنا ہے۔ اس کے بعد اس کی دوسری دل کو کھینچنے والی چیز اسکے مندرجات ہیں اور اس سلسلے میں خاص بات یہ ہے کہ مضامین بلند پایہ علمی معیار کے علاوہ ان کی زبان ان کا اسلوب بیان بڑا شستہ اور منجھا ہوا ہے۔ نیز شذرات میں وقتی مسائل پر بڑی سنجیدگی سے اظہارِ خیال کیا جاتا ہے' بیشک قرارداد تاشقند پر ہمارے دینی رسائل نے تبصرہ کیا ہے لیکن الحق نے اس پر جس طرح رائے زنی کی ہے' ہمارے نزدیک اس میں دوسرے تمام رسائل سے کہیں زیادہ صحیح اسلامی روح کی ترجمانی کی گئی ہے۔ ہم اکوڑہ خٹک سے شائع ہونے والے اس رسالے کا خلوص دل سے خیر مقدم کرتے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ یہ رسالہ تمام دینی وعلمی حلقوں میں مقبول ہوگا' اور قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گا۔ (مارچ ۱۹۶۶)

ادارہ

افکار و تاثرات ________ قارئین بنام مدیر

مکتوب لندن

از حضرت مولانا عتیق الرحمان سنبھلی مدظلہ

حاجی ممتاز حسین، پشاور

زلزلہ۔ اپنے اعمال کو الزام دینا ایمانی حس کا تقاضا ہے

بشرف نظر برادرِ محب و محترم جناب مولانا سمیع الحق زید لطفہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہٗ　　　الحق کے شماروں کے ساتھ عنایت نامہ بھی نکلا۔ خوش وقت کیا۔ اللہ آپ کو مراتبِ بلند سے نوازے۔ تشکر کے ساتھ ساتھ اپنی ایک کوتاہی کا احساس بھی عنایت نامہ سے اُبھرا۔ خبروں میں برابر پڑھ رہا تھا کہ سرحد بھی زلزلہ کی لپیٹ میں پوری طرح آیا ہے۔ مگر ادھر دھیان نہ ہوا تھا کہ اس عالمِ ابتلاء میں شرکت کیلئے چند سطریں آپ کو لکھوں۔ یہ احساس آپ کے عنایت نامہ میں اسکے تذکرہ سے جاگا۔ المیہ کے جو مناظر دیکھنے میں اور جو حالات پڑھنے میں آرہے ہیں ان پر تاثر کے اظہار سے زبان عاجز ہے، یاد نہیں کہ دل کبھی اس طرح بار بار رویا اور مالک سے عافیت طلبی کے لئے گڑگڑایا ہو۔ اور میں تو مصیبت زدگان کا ہم ملت ہوں، یہاں بی بی سی جس طرح اس المیہ کو گویا اپنا مسئلہ بنائے ہوئے ہے اس نے یقیناً یہاں کے تمام ہی انسانوں کے دل ہلا رکھے ہونگے۔ چنانچہ برٹش ایڈ گروپ Oxfam کی آج کی رپورٹ میں متعدد یورپین ملکوں کو کچھ بھی نہ دینے پر ملامت کرتے ہوئے، بلکہ اپنی گورنمنٹ کا کنٹریبیوشن بھی کم ٹھہراتے ہوئے، یہاں کی پبلک کی طرف سے دی جانے والی رقم ۲۵ ملین بتائی گی ہے۔

لوگ اس المیہ کو عام طور پر عذابِ الٰہی سے تعبیر کررہے تھے، میں کچھ دوسری طرح سوچتا تھا۔ اب دیکھا آپ جیسے اہلِ علم بھی، جن کے سامنے ہمہ وقت کتاب و سنت کے دفاتر کھلے ہوئے ہیں، اس کو اسی نظر سے دیکھ رہے ہیں۔ اس کے بعد مجھ جیسے کم علم کو کوئی مختلف اظہارِ خیال کرنا تو نہیں چاہئے، مگر دل کی بات یہ ہے کہ اپنے حلق سے یہ عذاب والی بات اُترنہیں رہی۔ اول تو ماہِ رحمت و مغفرت، جس میں مسلم آبادیوں میں اعمالِ خیر اور مغفرت طلبی کی مقدار عام طور خوب بڑھ جاتی ہے! پھر کوئی ایسے خاص اعمال ان آبادیوں کے نہیں بتائے گئے ہیں جن پر ایسی بے پناہ اور بے امتیاز پکڑ کے لئے کچھ راہ دل میں بنے۔ رہی صدر صاحب کی پالیسیوں کی بات، تو وہاں تو بال تک، ''خاصۃً'' تو کیا، عامۃً بھی بیکا نہ ہوا، ورنہ کچھ شبہ کی گنجائش ہو جاتی۔ البتہ وہ لوگ کہ جو زد میں آکر بچ رہے ہیں وہ اگر اس طرح یعنی عذاب کی بات سوچیں اور اپنے اعمال کو الزام دیں تو یہ ان کی اُسی ایمانی حس کا تقاضہ ہوگا جس نے حضرت فاروقِ اعظمؓ

سے اپنے دورِ خلافت کی قحط سالی میں کہلوایا تھا کہ ''پروردگار عمر کے گناہوں کی سزا عام مسلمانوں کو نہ دیجئے۔'' اور جس حس کے ماتحت خود نبی رحمت ﷺ کے بارے میں آتا ہے کہ ذرا آسمان کا رنگ بدلتا ہوا دیکھتے تو خوفِ عذاب سے لرزاں ہوجاتے، حالانکہ آپ کی ذاتِ مبارک وہ تھی کہ زمانۂ قیامِ مکہ میں اسے کفارِ مکہ کے لئے بھی عذاب سے عافیت کا ضامن بتاتے ہوئے قرآن میں فرمایا گیا تھا ''ما كان الله لِيُعذِّبَهُم وَانتَ فيهم۔۔۔''

اللہ جانے صحیح یا غلط، میں تو اس معاملہ اور اس جیسے معاملات، مثلاً سونامی، کو ''لقد خلقنا الانسان فی کبد'' کے مظاہر میں گمان کر رہا ہوں۔ اور یہ خیال آج نہیں، بلکہ سونامی ہی کے موقع پر پیدا ہوا تھا کہ اللہ نے اس زمین و آسمان کی بناوٹ ہی اس طور پر کی ہے کہ کچھ نہ کچھ ہوتا ہی رہنا ہے۔ عذاب سمجھنا ضروری نہیں۔ اور اب اس زلزلہ کے حوالہ سے زمین کے اندر پائے جانیوالے خاص زلزلہ والے زونوں کا جو بیان آرہا ہے۔ اس سے مجھے محسوس ہو رہا ہے کہ شاید میں ٹھیک ہی سوچ رہا ہوں۔ واللہ اعلم۔

یہ معروضہ اگر علمی اعتبار سے لائقِ توجہ نظر آئے تو اگر چاہیں تو الحق کے ذریعہ دیگر اہلِ علم تک بھی پہنچایا جا سکتا ہے۔

والسلام مع الاکرام

نیاز مند عتیق سنبھلی

محترم ایڈیٹر صاحب! السلام علیکم! اکتوبر کا شمارہ موصول ہوا ماشاء اللہ رسالہ کا معیار خوب ترقی کر رہا ہے۔ الحق کے چالیس سال مکمل ہونے پر میری جانب سے آپ حضرات مبارکباد قبول کیجئے۔ اللہ تعالیٰ اس شمع حق کو تا قیامت روشن رکھے۔ امین۔ حالیہ زلزلے پر آپ حضرات نے بہت اچھے انداز سے روشنی ڈالی ہے اور زلزلے کے اصل سبب و علل کی طرف اپنی مضامین میں اشارہ کیا ہے' آپ کا اداریہ بھی خوب جاندار اور پُر مغز تھا اور حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کا مضمون تو ہر لحاظ سے جامع اور تاریخی تھا۔ مجھ ناچیز کی بھی یہی رائے ہے کہ یہ زلزلہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا واضح اظہار تھا ہم سب جو اس آفت و عذاب سے زندہ بچ گئے ہیں' اپنے اعمال اور اپنے کردار کی اصلاح کرنی چاہیے۔ بعض لوگوں کی یہ رائے ہے کہ یہ زلزلہ زمینی حرارت کا نتیجہ ہے تو پھر قومِ عاد' قوم ثمود' قوم نوح اور دیگر اقوام ملل پر جو مصیبتیں اور عذاب آئے تو وہ بھی نعوذ باللہ زمین و آسمان کے معمول کے مطابق حرکات و سکنات کا نتیجہ تھا؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں بار بار ہمیں ان واقعات سے ڈرا رہا ہے اور ان برے اعمال اور عقائد سے دور رہنے کی تلقین کر رہا ہے جن کی پاداش میں ان پر یہ عذاب اور آزمائشیں نازل کی گئیں۔ بیشک ان بطش ربک لشدید

والسلام حاجی ممتاز حسین۔ شامی روڈ پشاور کینٹ

جناب شفیق الدین فاروقی

دار العلوم کے شب وروز

دار العلوم کے نئے تعلیمی سال کا آغاز اور افتتاحی تقریب اور اس میں ہندوستان اور ندوۃ العلماء کے ممتاز عالم دین حضرت مولانا سید سلمان الحسنی الندوی کی شرکت: الحمد للہ ۲۰ رشوال بمطابق ۲۳ رنومبر ۲۰۰۵ء کو دار العلوم کے نئے تعلیمی سال کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ اس سے قبل دو ہفتے تک دار العلوم کے تمام درجات میں ریکارڈ داخلہ ہوا اور باوجود سخت امتحان اور قواعد وضوابط کے ڈھائی ہزار سے زائد طلباء کا اس سال الحمد للہ داخلہ ہوا۔ (اور بلا مبالغہ سینکڑوں مستحق طلباء سہولیات اور وسائل کی کمی کے باعث واپس چلے گئے جس پر ادارہ کو افسوس ہے۔) دار العلوم کے تمام اساتذہ' مشائخ وطلباء ایوان شریعت (دار الحدیث) کے وسیع وعریض ہال میں جمع تھے۔ پہلے اجتماعی طور پر قرآن خوانی کا اہتمام کیا گیا اس موقع پر ہندوستان کے معروف عالم دین حضرت مولانا سید سلمان الحسنی الندوی مدظلہ نواسہ حضرت العلامہ ڈاکٹر عبد العلی ندویؒ ' جانشین مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ استاذ حدیث ندوۃ العلماء' ناظم اعلیٰ جامعہ سید احمد شہیدؒ لکھنؤ۔ امیر جمعیت شباب الاسلام ہند۔ اپنے ساتھیوں مولانا نجیب الحسن ندوی۔ سیکرٹری جمعیت شباب الاسلام ہند۔ مولانا عنایت اللہ کشمیری' اور مولانا اصغر محمود اساتذہ جامعہ احمد شہیدؒ مولانا یوسف حسن طاہر خطیب وامام جامعہ بنوری ٹاؤن' سمیت جورات کو دار العلوم تشریف لائے تھے' اس تقریب میں آپ مہمان خصوصی تھے۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے ان کا خیر مقدم کیا اور دار العلوم کے قیام کو مجاہد کبیر حضرت سید احمد شہیدؒ اور حضرت شاہ اسماعیل شہیدؒ کی کرامت قرار دیا اور معزز مہمانوں کو بتایا کہ جس جگہ پر آپ تشریف فرما ہیں یہی مجاہدین اسلام کا میدان کارزار تھا۔ اس موقع پر حضرت مولانا سلمان الحسنی الندوی مدظلہ نے فضیلت علم پر تفصیلی اور تاریخی خطاب فرمایا۔ جسے طلباء اور علماء میں بہت ہی سراہا گیا۔ مولانا ندوی فصاحت وبلاغت اور علمی مقام ومرتبہ میں حضرت علی میاںؒ کے صحیح جانشین ثابت ہوئے۔ اور پھر اس کے بعد حضرت مہتمم مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ نے درس حدیث ترمذی سے باقاعدہ اسباق کا آغاز کیا۔ اس موقع پر آپ نے طلباء سے فضیلت علم' علماء کی ذمہ داریاں' پابندی اوقات اور موجودہ نئے حالات میں دینی مدارس اور علماء و طلباء کو درپیش نئے چیلنجز کا مقابلہ کرنے کیلئے بھرپور علمی تیاریوں کے بارے میں نصیحت آموز اور سیر حاصل خطاب فرمایا۔ پھر نائب مہتمم حضرت مولانا انوار الحق صاحب مدظلہ نے مختصر اور جامع خطاب فرمایا۔ اور دار العلوم کے قواعد وضوابط پر تفصیل سے روشنی ڈالی اور طلباء کو اس پر عمل درآمد کی تلقین کی۔ آخر میں شیخ الحدیث حضرت مولانا سید ڈاکٹر شیر علی شاہ صاحب مدظلہ نے اختتامی دعا فرمائی۔

جرمن اعلیٰ سطحی وفد کی دارالعلوم آمد: گزشتہ دنوں حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے ملاقات اور دارالعلوم کا دورہ کرنے کے لئے جرمن اعلیٰ سطحی وفد دارالعلوم تشریف لایا۔ وفد میں مختلف شعبوں سے وابستہ افراد موجود تھے۔ جو اعلیٰ عہدوں پر وہاں متمکن اور فائز ہیں۔ وفد نے حضرت مولانا مدظلہ سے عالم اسلام اور عالمی حالات پر تفصیلی تبادلہ خیال کیا اور خصوصاً دینی مدارس کے نصاب و کردار پر سیر حاصل تبادلہ خیال کیا بعد میں آپ نے دارالعلوم کے مختلف شعبوں کا دورہ کیا اور دارالعلوم کے حسنِ انتظام اور تعلیمی کارکردگی کی دل کھول کر داد دی۔

ایران کے علماء کی دارالعلوم آمد: گزشتہ دنوں ایران سے سنی علماء کا ایک وفد دارالعلوم تشریف لایا اور ایک دو روز دارالعلوم میں ان حضرات نے قیام کیا' وفد کے سربراہ حضرت مولانا عبدالمجید مراد زھی' استاذ دارالعلوم زاہدان بلوچستان ایران' رئیس مطبوعات دارالفاروق تہران تھے' آپکے ہمراہ مولانا عبدالصمد' معاون استاد جامعہ زاہدان بھی تھے

نارویجن دانشوروں کی حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے اہم ملاقات: گزشتہ ہفتے ناروے کا ایک اعلیٰ سطحی وفد حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ سے ملاقات کے لئے تشریف لایا۔ وفد کے ہمراہ ناروے ایمبسی کے نائب سفیر جناب مسٹر رمزلین بھی موجود تھے۔ وفد میں ناروے کے نامور دانشور' ادیب' اور مختلف یونیورسٹیوں کے ٹیچر اور پروفیسر شامل تھے۔ وفد نے حضرت مولانا مدظلہ سے تفصیلی تبادلہ خیال کیا اور اسلام اور خصوصاً دینی علوم وفنون پر گھنٹوں تفصلی تبادلہ خیال کیا۔

متاثرین زلزلہ کے لئے دارالعلوم کی امداد کا سلسلہ: دارالعلوم کی طرف سے الحمدللہ متاثرین زلزلہ کے لئے امداد کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ رمضان المبارک میں دارالعلوم میں ایک بڑا ریلیف کیمپ قائم کیا گیا اور تمام اساتذہ بشمول مشائخ کے علاقہ بھر میں جا جا کر انہوں نے متاثرین کی امداد کے لئے عوام سے اپیل کی اور انتہائی قلیل وقت میں نقد رقومات اور دیگر انواع واقسام کے اجناس اور گرم لباس' اشیائے خوردنی گاڑیوں میں بھر کر دارالعلوم کے بڑے کیمپ میں پہنچائی۔ بعد میں حضرت مہتمم صاحب مدظلہ کی کاوشوں سے یہ سامان نہایت ہی اہم ضرورت مند علاقوں کی طرف اساتذہ کی نگرانی میں بھیجا گیا۔ یہ امدادی سامان دارالعلوم کے اساتذہ حضرت مولانا حافظ شوکت علی' مولانا ظفر الحق' ناظم الحق جناب محمد نثار صاحب اور دیگر سٹاف کے ذریعے ٹرکوں پر لوڈ کر کے متاثرہ علاقوں بٹگرام' اور الائی میں پہنچایا گیا۔ اس سے قبل بھی زلزلے چوتھے پانچویں روز حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ بھی ان علاقوں کا تفصیلی دورہ کر چکے ہیں اور اپنے ساتھ امدادی سامان بھی لے کر گئے تھے۔ اور وہاں خود تقسیم بھی کیا۔ اس کے علاوہ مولانا سمیع الحق صاحب کے اس اعلان کا بھی عوامی سطح پر بڑا خیر مقدم کیا گیا جس میں آپ نے جامعہ حقانیہ سمیت تمام مدارس کو تعطیلات کے دوران متاثرین کی رہائش کے طور پر پیش کیا تھا۔

مدیر کے قلم سے

تعارف تبصرہ کتب

نام کتاب: امام حسینؓ اور واقعہ کربلا مصنف: حافظ ظفر اللہ شفیق

ضخامت: ۴۵۶ صفحات قیمت: -/۲۵۰ روپے

ناشر: ادارہ صراط مستقیم مسلم کالونی شالامار لنک روڈ باغبان پورہ لاہور

زیر تبصرہ کتاب کے موضوع پر قدیماً وحدیثاً مختلف زبانوں میں ضخیم اور مختصر کتابیں لکھی جا چکی ہیں اور یہ سلسلہ بہت دیر تک جاری رہے گا لیکن المیہ یہ ہے کہ ان میں بیشتر افراط وتفریط سے خالی نہیں۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ اس موضوع پر ایک مفصل کتاب جو کہ جادۂ مستقیم سے ہٹی ہوئی نہ ہو لکھی جائے تاکہ یہ واقعہ پوری طرح منقح اور موضح ہو جائے۔ چنانچہ اس ضرورت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ہمارے محترم اور مہربان و شفیق دوست مولانا حافظ ظفر اللہ شفیق نے انتہائی سلجھے ہوئے انداز میں ایک لاجواب کتاب لکھی جس پر وہ صد مبارکباد کے مستحق ہیں۔

ہم اہل السنہ والجماعۃ جس طرح فضیلت شیخین ومحبت ختنین کے قائل ہیں اسی طرح حضورؐ کے اہل بیت عظام سے عقیدت بھی ہمارا جز وایمان ہے اور کیوں نہ ہو جن سے اللہ نے رجس کو خود دور فرما کر پاک بنایا جن کی مؤدت کو اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کے لئے لازم ٹھہرایا۔ جن کے ساتھ صلح و جنگ کو آپ نے اپنے ساتھ صلح و جنگ ٹھہرایا، شریعت و طریقت تہذیب وتزکیہ کے چشمے جن کے گھر سے رواں ہوئے جن کے والدین اور خود ان کی تربیت آپ نے فرمائی۔ کیا ان کے قلوب جاہ و مال کی محبت سے آلودہ ہو سکتے تھے کیا ان کے قدم شریعت کے خلاف اٹھ سکتے تھے کیا ان کے ہاتھ باطل سے بیعت کر سکتے تھے۔ کیا ایسے لوگ وقت کے تقاضوں سے بے خبر اور حالات کی نزاکتوں سے ناآشنا ہو سکتے تھے۔

''امام حسین اور واقعہ کربلا'' میں اسی حق اور اپنی حقیقتوں کو نہایت اعتدال اور توازن کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ بقول ڈاکٹر محمد عالم خان اس کتاب کے مطالعہ سے ایمان میں پختگی اور روح میں شگفتگی پیدا ہوتی ہے۔ حریت اور استقامت کا ولولہ انگڑائی لینے لگتا ہے۔ باطل سے پنجہ آزمائی کا حوصلہ ملتا ہے اور شوقِ شہادت موجزن ہوتا ہے۔ کتاب ظاہری ومعنوی خوبیوں سے آراستہ وپیراستہ ہے اور ہر لائبریری کی زینت بننے کے قابل ہے۔

نام کتاب: الروض الانیق فی ذکر احوال الورثۃ علی التحقیق ضخامت: ۱۴۴ قیمت: درج نہیں

مؤلف: مولانا عطاء اللہ، مدرس عربیہ تعلیم القرآن رحمانیہ خضدار ناشر: المیزان اردو بازار لاہور

علم فرائض کی اہمیت کسی بھی صاحب علم پر مخفی نہیں اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اس علم کو علم نصف قرار دیا گیا ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا سے جو علم سب سے پہلے اٹھایا جائے گا وہ علم میراث ہوگا، علامہ ابوطاہر سراج الدین محمد بن عبدالرشید سجاوندیؒ کی مایہ ناز تصنیف سراجی اس علم میں بنیادی کتاب ہے۔ بلکہ اپنے فن میں بنیادی اور دستوری حیثیت رکھتی ہے۔ اور تقریباً باقی تمام کتابیں اس کتاب کی رہین منت ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس کتاب کی بہت سی شروحات، اردو، فارسی اور عربی زبان میں لکھی جاچکی ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ اس کتاب کی جتنی بھی خدمت کی جائے کم ہے، زیر نظر کتاب بھی اس شہرہ آفاق کتاب کی شروحات کی ایک کڑی ہے۔ فاضل مصنف نے آسان، عام فہم انداز میں کتاب کے مسائل اور مغلقات کو حل فرمایا ہے اور ہر مسئلہ کو تمرین کے ساتھ واضح کردیا ہے۔ جو طلباء کے لئے مزید آسانی اور استفادہ کا ذریعہ ہے، اس تصنیف انیق کو المیزان اردو بازار لاہور نے شائع کر کے طلباء اور علماء پر احسان کیا۔

کتاب: ''مروجہ کرنسی اور اموال تجارت کیلئے معیار نصاب سونا یا چاندی؟ تصنیف: مولانا مفتی مختار اللہ حقانی

ضخامت: ۱۰۰ صفحات ناشر: مؤتمر المصنفین، جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

جدید مسائل کا حل اہل علم کی ذمہ داری ہے، اور معرکہ آراء مسائل پر بحث و مباحث سے تحقیق علم و فن کی راہیں کھلتی ہیں۔ حقائق واضح ہوجاتے ہیں۔ زمانہ حال کے معاشی حالات کے پیش نظر چاندی کے نصاب کو دیگر اموال و مروجہ کرنسی کے لئے معیار نصاب بنانا واقعی ایک سوالیہ نشان ہے۔ اور یہ مسئلہ علماء کرام کی محفلوں میں تشویش کا باعث بن چکا ہے، مولانا مفتی مختار اللہ حقانی صاحب، استاذ شعبہ تخصص فی الفقہ الاسلامی والافتاء جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک نے محققانہ انداز میں نصاب کے حوالے موجودہ سوالات کا تسلی بخش جواب دیا ہے۔ آپ نے زمانے کے بدلتے ہوئے حالات اور بڑھتی ہوئی مہنگائی کے پیش نظر سونے کے نصاب کو معیار بنانے کی سعی کی ہے۔ مؤتمر المصنفین نے اس قیمتی دستاویز کو شائع کر کے اہل علم پر احسان کیا ہے۔ دوسرے ارباب علم وافتاء بھی اس مسئلہ پر غور فرما کر کوئی مثبت حل نکالیں جو مزید اطمینان کا باعث ہو۔

کھانسی، نزلہ، زکام
کسی موسم یا کسی وقت کے پابند نہیں

ہمدرد کی مجرب دوائیں ان کا علاج بھی ہیں اور ان سے محفوظ رہنے کی مؤثر تدبیر بھی

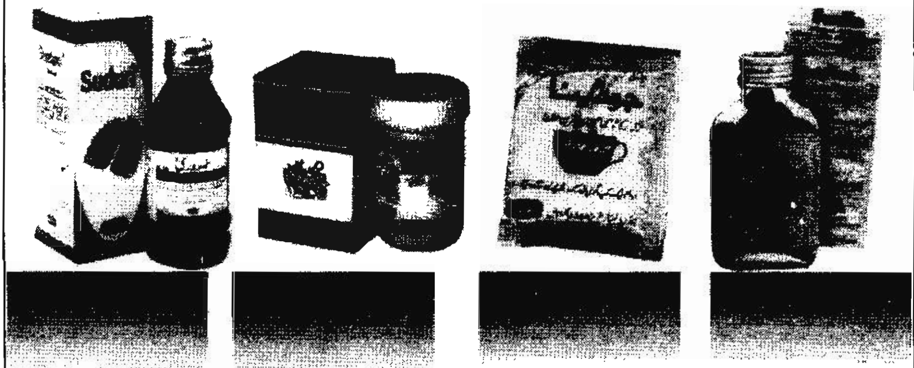

سعالین

مفید جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ سعالین، گلے کی خراش اور کھانسی کا آسان اور مؤثر علاج۔ آپ گھر میں ہوں یا گھر سے باہر، سرد خشک موسم یا گرد غبار کے سبب گلے میں خراش محسوس ہو تو فوراً سعالین لیجیے۔ سعالین کا باقاعدہ استعمال گلے کی خراش اور کھانسی سے محفوظ رکھتا ہے۔

جوشینا

تیار جوشاندہ

نزلہ، زکام، فلو اور ان کی وجہ سے ہونے والے بخار کا آزمودہ علاج۔
جوشینا کا روزانہ استعمال موسم کی تبدیلی اور فضائی آلودگی کے مضر اثرات بھی دور کرتا ہے۔
جوشینا بند ناک کو فوراً کھول دیتی ہے۔

لعوق سپستاں

نزلہ زکام میں سینے پر بلغم جم جانے سے شدید کھانسی کی تکلیف طبیعت نڈھال کر دیتی ہے۔
اس صورت میں صدیوں سے آزمودہ ہمدرد کا لعوق سپستاں، خشک بلغم کے اخراج اور شدید کھانسی سے نجات کا مؤثر ذریعہ ہے۔
ہر موسم میں، ہر عمر کے لئے

صدوری

مؤثر جڑی بوٹیوں سے تیار کردہ خوش ذائقہ شربت۔ خشک اور بلغمی کھانسی کا بہترین علاج۔ صدوری سانس کی نالیوں سے بلغم خارج کر کے سینے کی جکڑن سے نجات دلاتی ہے اور پھیپھڑوں کی کارکردگی کو بہتر بناتی ہے۔ بچوں، بڑوں سب کے لئے یکساں مفید۔

شوگر فری صدوری بھی دستیاب ہے۔

سعالین، جوشینا، لعوق سپستاں، صدوری۔ ہر گھر کے لئے بے حد ضروری

ہمدرد

مدینۃ الحکمۃ تعلیم، سائنس اور ثقافت کا عالمی منصوبہ۔
آپ ہمدرد دوست ہیں۔ اعتماد کے ساتھ مصنوعات ہمدرد خریدتے ہیں۔ جائز منافع بین الاقوامی شہرِ علم و حکمت کی تعمیر میں لگ رہا ہے۔ اس کی تعمیر میں آپ بھی شریک ہیں۔

ہمدرد کے متعلق مزید معلومات کے لئے ویب سائٹ ملاحظہ کیجئے:
Www.hamdard.com.pk

Adarts-SJLS-1/2001

معاونین جامعہ دارالعلوم حقانیہ سے ایک ضروری

اپیل

محترم! دارالعلوم حقانیہ کی علمی، ملی و دینی ہمہ گیر خدمات سے بحمدللہ آپ بخوبی واقف ہیں اور موجودہ پُرفتن دور میں ایسے مرکز علوم رسالت کی اہمیت وضرورت بھی آپ پر مخفی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے دعوت وتبلیغ، تعلیم وتدریس، اصلاح وارشاد اور جہاد کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کی ذمہ داری ملک وبیرون ملک فضلائے حقانیہ نے نہ سنبھالی ہو۔ صرف ایک جہاد افغانستان کو لیجئے تو دارالعلوم کے ہزاروں فضلاء اور طلباً نے اس صدی کے عظیم جہاد میں قائدانہ کردار ادا کیا جو تمام معاونین کے لئے تا قیامت صدقہ جاریہ بن رہا ہے۔

جامعہ حقانیہ اپنے تمام ترقی پذیر شعبوں میں خطیر مصارف (جو کہ تعمیراتی اخراجات کے علاوہ سالانہ واجبی مصارف سوا کروڑ سے متجاوز ہیں) کا محتاج ہے جبکہ دارالعلوم حکومتوں کے تعاون سے بھی بالکل بے نیاز ہے اور نہ ہی اس کے باضابطہ مستقل سفراء ہیں، صرف اور صرف آپ جیسے حساس دردمند اہل خیر معاونین کے مالی تعاون سے یہ سارا کارخانہ علوم نبوت چل رہا ہے۔ جس میں ڈھائی ہزار تک طلباً علوم نبویہ سے ہر سال مستفید ہوتے ہیں۔ ایسے نازک وقت میں آپکی توجہات کی مزید شدت سے ہمیں ضرورت ہے کہ خود اور اپنے زیر اثر حلقہ احباب واہل خیر میں بھی دارالعلوم کے مالی تعاون کے لئے سعی فرمائیں اور اللہ کے دین کے فروغ اور حق کی بالادستی کے لئے کوشاں اس ادارہ کی پہلے سے بڑھ چڑھ کر ہر ممکن تعاون اور سرپرستی سے ممنون فرمائیں۔ **واجرکم علی اللہ۔**

ترسیل زر کا پتہ

(مولانا) سمیع الحق

مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع نوشہرہ

اکاؤنٹ نمبرز: یو بی ایل اکوڑہ خٹک 7 - 01 نیشنل بینک اکوڑہ خٹک 5 - 17

مسلم کمرشل بینک جہانگیرہ 6 - 1120

Email: haqqania@nsr.pol.com.pk OR editor_alhaq@yahoo.com

Regd No. P-90 Monthly "Al-Haq" Akora Khattak

مطبوعات مؤتمر المصنفین

نمبر شمار	نام کتاب	تصنیف	افادات	صفحات
۱	حقائق السنن شرح جامع السنن للترمذی	حضرت مولانا سمیع الحق	شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق	۵۳۶
۲ـ	دعوات حق ـ (مکمل دو جلد)	" " "	" " " " "	۱۱۹۲
۳ـ	قومی اسمبلی میں اسلام کا معرکہ	" " "	" " " " "	۴۰۰
۴ـ	عبادات و عبدیت	" " "	" " " " "	۸۸
۵ـ	مسئلہ خلافت و شہادت	" " "	" " " " "	۱۰۴
۶ـ	صحبتے با اہل حق (مجلد)	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۴۰۸
۷ـ	اسلام اور عصر حاضر (مجلد)	حضرت مولانا سمیع الحق	حضرت مولانا سمیع الحق	۳۶۰
۸ـ	قرآن حکیم اور تعمیر اخلاق	" " "	" " " " "	۹۶
۹ـ	کاروان آخرت (مجلد)	" " "	" " " " "	۴۴۶
۱۰	شیخ الحدیث مولانا عبدالحق خصوصی نمبر	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۱۳۰۰
۱۱ـ	قادیانیت اور ملت اسلامیہ کا موقف	حضرت مولانا سمیع الحق	" " " " "	۲۰۸
۱۲	قادیان سے اسرائیل تک	" " "	" " " " "	۲۲۴
۱۳ـ	قومی اور ملی مسائل پر جمعیت کا موقف	" " "	" " " " "	-
۱۴ـ	میری علمی اور مطالعاتی زندگی (مجلد)	" " "	" " " " "	۵۶۰
۱۵ـ	روحی الحاد	" " "	" " " " "	۲۲۰
۱۶ـ	فتاویٰ حقانیہ	مولانا مفتی مختار اللہ	حضرت شیخ الحدیث و مفتیان حقانیہ	۳۶۰۰
۱۷ـ	خطبات حق	" " "	حضرت مولانا سمیع الحق	۳۵۰
۱۸	نظام اکل و شرب	" " "	" " " " "	۳۵۰
۱۹ـ	صلیبی دہشت گردی اور عالم اسلام	مولانا عبدالقیوم حقانی	" " " " "	۵۰۰
۲۰ـ	شرح شمائل ترمذی		" " " " "	زیر طبع
۲۱	مروجہ کرنسی کیلئے معیار نصاب سونا یا چاندی	مولانا مفتی مختار اللہ	مولانا مفتی مختار اللہ	زیر طبع
۲۲	انوار حق (جلد اول)	حافظ سلمان الحق حقانی	حضرت مولانا انوار الحق حقانی	۳۶۰

مؤتمر المصنفین ـ ○ جامعہ دارالعلوم حقانیہ ○ اکوڑہ خٹک